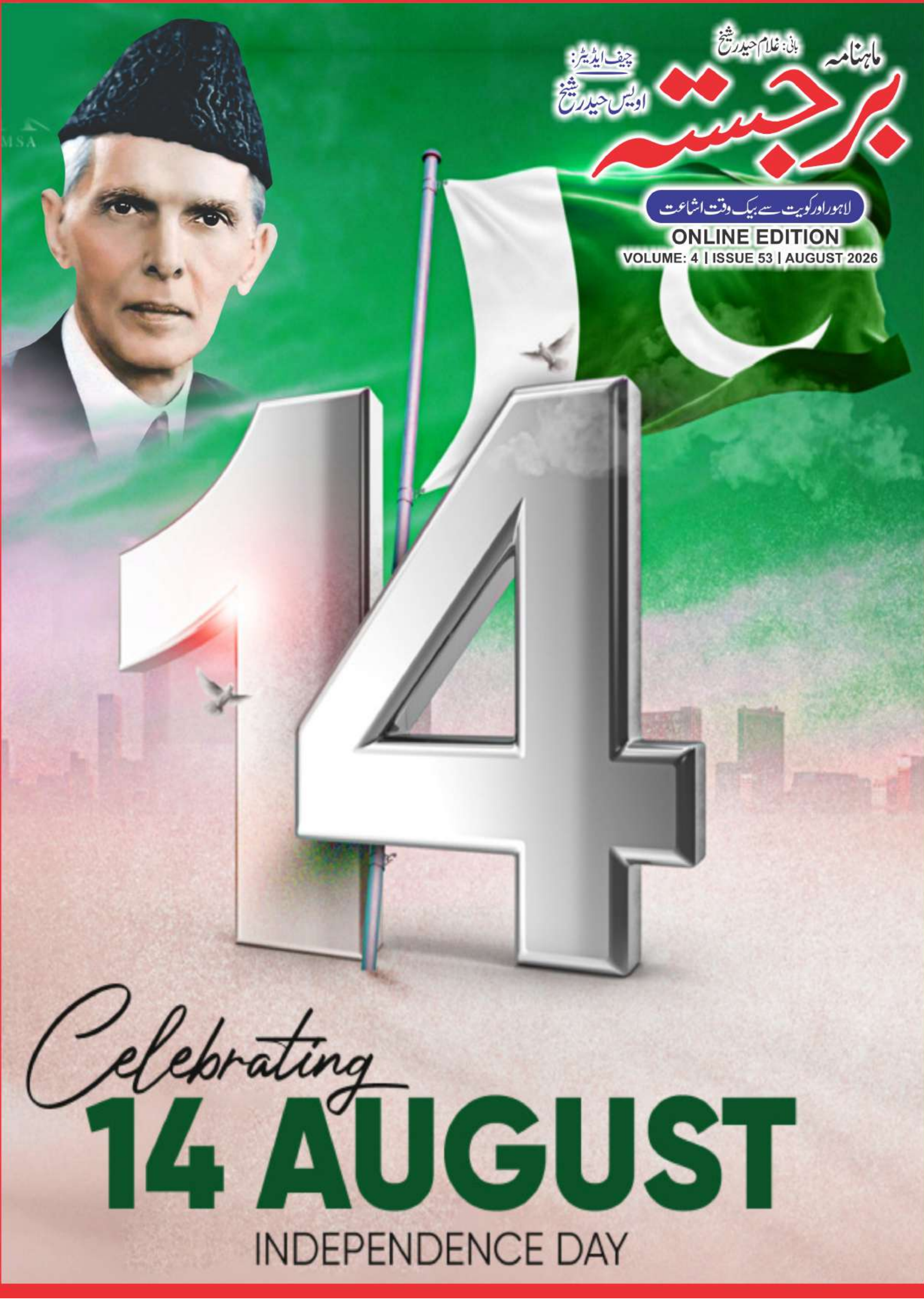

ماہنامہ
بانی: غلام حیدر شیخ
برجستہ
چیف ایڈیٹر:
اویس حیدر شیخ
لاہور اور کویت سے بیک وقت اشاعت
ONLINE EDITION
VOLUME: 4 | ISSUE 53 | AUGUST 2026
14
Celebrating
14 AUGUST
INDEPENDENCE DAY

ISSN # : 3080-9746

ماہنامہ
برجستہ
لاہور اور کویت سے بیک وقت اشاعت

سرورق		فرنٹ
اشتہار		صفحہ 2
فہرست		صفحہ 3
اِداریہ	دفاعی معاہدہ جونیٹو طرز پر تشکیل دیا جانے کا اِمکان	صفحہ 4
کالم ومضامین	مولانا، خبر لیجیے ''ذہن بگڑا''	صفحہ 5
کالم ومضامین	''بتوں سے تجھ کو اُمیدیں	صفحہ 6-7
کالم ومضامین	دھوکہ، خوف اور مجبوری کا کھیل	صفحہ 8
کالم ومضامین	دِینارِ اُلفت۔۔۔کہاوتیں کویت کی	صفحہ 9
کالم ومضامین	رزق حلال اور قناعت: اُسوۂ حسنہ کے تابناک نقوش اور احیائے ملت کی راہ	صفحہ 10
کالم ومضامین	14 اگست۔۔۔تجدیدِ عہد کا دِن	صفحہ 11-12
کالم ومضامین	اینڈی برنہم نے سنبھالی برطانیہ کی قیادت	صفحہ 13-14
اشتہار		صفحہ 15
کالم ومضامین	اعتبار۔۔۔۔	صفحہ 16
کالم ومضامین	علمی وتہذیبی ورثہ کا تحفظ ہماری قومی ذمہ داری ہے	صفحہ 17-18
خصوصی رپورٹ	سابق ڈائریکٹر بزمِ اقبال۔۔۔ڈاکٹر تحسین فراقی کے اعزاز میں الوداعی تقریب: روداد	صفحہ 19-20
کویت ڈائری	سفارتخانہ کا کویت میں پہلے پاکستان فروٹ ویک کا شاندار افتتاح	صفحہ 21
کویت ڈائری	پیپلز پارٹی رہنما عتیق عدنان کی تیسری برسی	صفحہ 22
انقرہ ڈائری	حجاب کی جیت۔۔۔امینہ ایردوآن کا سفرِ عزت	صفحہ 23-24
ایک شاعر ایک تعارف	حسیم جاوید	صفحہ 25
طب وسائنس	صحت مند عمل استحالہ (میٹابولزم) کے فوائد	صفحہ 26
دین حق	قرآن وحدیث کی روشنی میں شہید کا مقام	صفحہ 27-28
بچوں کی کہانیاں	ہاتھیوں کا گاؤں	صفحہ 29
کھیل کھلاڑی	پاکستانی کرکٹ کے حقیقی سپر سٹارز	صفحہ 30
فلمی دُنیا	بالی ووڈ اور لالی ووڈ میں رشتوں کی ایک انوکھی کہانی	صفحہ 31
اشتہار		صفحہ 32

اشتہارات کے لئے رابطہ کریں
+965-6600-6571 FOR KUWAIT
+92-322-5300-703 FOR PAKISTAN

ISSN # : 3080-9746

دفاعی معاہدہ جو نیٹو طرز پر تشکیل دیا جانے کا اِمکان

ترکیہ کے وزیر خارجہ ہاکان فیدان کا کہنا ہے کہ ترکیہ، سعودی عرب اور پاکستان کے درمیان طے پانے والا تاریخی "مکہ مشترکہ دفاعی معاہدہ" نیٹو کے آرٹیکل 5 کی طرز پر اجتماعی دفاع کے اصول پر مبنی ہے، اِس اصول کے تحت کسی بھی ایک رکن ملک پر مسلح حملہ تمام اتحادیوں پر حملہ تصور کیا جائے گا۔ ترک خبر رساں ایجنسی انادولو کو دیئے گئے انٹرویو میں اُن کا کہنا تھا کہ اِس معاہدے کو حتمی شکل دینے کے لئے دو سال اور آٹھ ماہ سے مسلسل مذاکرات جاری تھے۔ فیدان نے دفاعی صنعت اور ٹیکنالوجی میں تعاون کو اِس معاہدے کا سب سے اہم جزو قرار دیتے ہوئے کہا کہ اتحاد کے امور کو منظّم انداز میں چلانے کے لئے نیٹو کی طرز پر ایک وزارتی کمیٹی اور رابطہ کاری کے لئے ایک جنرل سیکریٹریٹ قائم کیا جائے گا۔ ترک وزیر خارجہ نے واضح کیا کہ تینوں بانی ممالک کسی قسم کے توسیع پسندانہ عزائم نہیں رکھتے اور نہ ہی ایران یا کوئی دیگر ملک اِس اتحاد کا ہدف ہے۔ اُن کا کہنا تھا کہ جب تک کوئی رُکن ممالک پر حملہ نہیں کرتا، وہ محفوظ ہے تاہم حملے کی صورت میں باہمی مشاورت سے طے کیا جائے گا کہ متاثرہ اتحادی کو کس درجے اور نوعیت کی حمایت درکار ہے۔ اُنہوں نے یہ بھی کہا کہ صدر طیب اردوان اِس اتحاد کو وسعت دینے کے خواہش مند ہیں اور بعض تکنیکی معاملات حل ہونے کے بعد مصر کی شمولیت بھی متوقع ہے جس سے یہ اتحاد اپنے بانی ارکان سے آگے تک پھیل سکتا ہے۔ اُنہوں نے مزید کہا کہ بحیرہ احمر میں تجارتی جہاز رانی کا تحفظ اتحاد کے اہم مفادات میں شامل ہے جس کی خاطر ترکیہ کا سعودی عرب کی قیادت میں قائم بین الاقوامی اتحاد میں شامل ہونا ضروری ہے۔

مکہ دفاعی معاہدہ تینوں ممالک کے درمیان جدید ٹیکنالوجی اور دفاعی صنعت میں تعاون کا ایک نیا باب کھول رہا ہے۔ ترک وزیر خارجہ کا بیان واضح کر رہا ہے کہ یہ معاہدہ مسلم ممالک کے لئے ایک نئی دفاعی قوت بن سکتا ہے۔ اُنہوں نے صدرِ ترکیہ کی بات کا اعادہ کرتے ہوئے واضح کیا کہ مسلم ممالک، بالخصوص ایران کو اِس پر نالاں نہیں ہونا چاہئے، یہی بات معاہدے پر دستخط کے بعد طیب اردوان نے بھی کہی تھی۔ یہ معاہدہ نیٹو کی طرز کا ہے جو کہ دشمن کے خلاف مضبوط دفاعی اور عسکری قوت فراہم کر سکتا ہے۔ نارتھ اٹلانٹک ٹریٹی آرگنائزیشن (نیٹو) 32 رُکن ممالک کا ایک بین الحکومتی فوجی اتحاد ہے جس میں 30 یورپی اور دو شمالی امریکی ممالک شامل ہیں۔ یہ اتحاد دوسری جنگِ عظیم کے بعد 1949ء میں "نارتھ اٹلانٹک ٹریٹی" پر دستخط سے وجود میں آیا تھا، بنیادی طور پر یہ رُکن ممالک کی اجتماعی سکیورٹی اور اُن کے خلاف کسی قسم کی جارحیت کی روک تھام (ڈیٹرنس) کا نظام فراہم کرتا ہے۔ اِس کے تحت خود مختار ارکان کسی بھی بیرونی حملے کی صورت میں ایک دوسرے کا دفاع کرنے پر متفق ہوتے ہیں۔ اِس اصول کو معاہدے کے آرٹیکل 5 سے تقویت ملتی ہے جس کے مطابق کسی ایک رُکن کی سرزمین پر مسلح حملہ بقیہ تمام ارکان پر حملہ تصور کیا جاتا ہے۔ نیٹو ارکان اجتماعی دفاع کے لئے ذاتی دفاع کی فنڈنگ کے علاوہ تنظیم کے امور اور مشترکہ سہولیات کو برقرار رکھنے کے لئے مشترکہ بجٹ کی فراہمی کے ذریعے اِس میں اپنا اپنا حصہ ڈالتے ہیں۔ نیٹو کا مرکزی صدر دفتر اور بین الاقوامی سیکرٹریٹ بیلجیم کے دارالحکومت برسلز میں ہے۔ نیٹو کے سیکرٹریٹ کی سربراہی سیکرٹری جنرل کرتا ہے، نیٹو میں کوئی بھی فیصلہ اکثریت یا ووٹنگ کے ذریعے نہیں لیا جاتا بلکہ "شمالی بحرِ اوقیانوس کی کونسل" میں تمام ارکان کی باہمی رضامندی سے ہوتا ہے۔ اِس نظام میں بین الاقوامی عملہ دفاعی پالیسیوں کی تشکیل، تزویراتی منصوبہ بندی، اطلاعات کے تبادلے اور رابطہ کاری کی ذمہ داری سنبھالتا ہے جبکہ ملٹری کمیٹی دفاعی امور پر سیاسی قیادت کو عملی مشورے فراہم کرتی ہے۔ نیٹو نے جنگِ عظیم دوم کے بعد کمزور یورپ کو ایک نئی توانائی بخشی اور یورپ کو جنگ کی تباہ کاریوں سے نکال کر یورپی یونین کے قیام کے لئے بنیاد فراہم کی جس کی وجہ سے یورپ کو تیز رفتار معاشی ترقی حاصل ہوئی۔ اِسی طرح 90ء کی دہائی میں جب بوسنیا اور کوسوو میں نسلی کشیدگی اور نسل کشی کا عفریت پیدا ہونے لگا تو نیٹو نے بروقت فوجی مداخلت کر کے وسطی یورپ کو ایک نئی جنگ سے بچایا، اِس نے یورپ کے سرحدی علاقوں میں پائیدار اَمن قائم کیا جس کی وجہ سے معاشی اور سیاسی سرگرمیاں رواں دواں رہیں اور عوام جنگ کے سیاہ اثر سے بچ گئے۔ موجودہ دور میں مشرقِ وسطیٰ پر جنگ کے بادل چھائے ہوئے ہیں، ایسے میں مشترکہ اتحاد ناگزیر تھا اور اِس کی پہل مکہ معاہدے سے ہو چکی ہے۔ یہ چونکہ عسکری طرز کا معاہدہ ہے اِس لئے مستقبل میں مسلم دنیا میں انتہائی اہمیت اختیار کر سکتا ہے۔ ابتدائی طور پر تین لیکن مستقبل میں مزید ممالک مل کر کسی بھی مشکل وقت میں ایک دوسرے کے ساتھ کھڑے ہو کر دشمنوں کو اپنی حد میں رہنے پر مجبور کر سکتے ہیں۔ یہ معاہدہ بلاشبہ پاکستان کی سفارتی محاذ پر ایک اور جیت ہے لیکن ساتھ ہی ساتھ ملک کے اندرونی معاملات پر توجہ دینے کی بھی ضرورت ہے۔ ملک میں سیاسی استحکام تاحال ایک بڑا چیلنج بنا ہوا ہے۔ سیاسی جماعتیں ایک دوسرے کے خلاف محاذ آرائی میں مصروف ہیں، ملک دشمن عناصر موقع سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کر رہے ہیں، جبکہ عام آدمی کے لئے زندگی روز بروز دشوار ہوتی جا رہی ہے۔ ایسے حالات میں تمام سٹیک ہولڈرز، بالخصوص اہلِ سیاست، پر ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ باہمی اختلافات سے بالاتر ہو کر ملک میں اَمن، استحکام اور اعتماد کی فضا قائم کرنے کے لئے سنجیدہ کردار ادا کریں۔ یہی وہ ماحول ہے جو بیرونی سرمایہ کاری کو فروغ دے سکتا ہے اور عالمی سطح پر حاصل ہونے والی کامیابیوں کے ثمرات کو حقیقی معنوں میں عام آدمی تک پہنچا سکتا ہے۔

بانی: غلام حیدر شیخ
ماہنامہ برجستہ
چیف ایڈیٹر: اویس حیدر شیخ
لاہور اور کویت سے بیک وقت اشاعت

ہماری ٹیم

ایگزیکٹو ایڈیٹر: علی حیدر شیخ
ایڈیٹر: اصغر علی کھوکھر
مینجنگ ایڈیٹر: عدیل احمد خان
ڈپٹی ایڈیٹر: عائشہ خان
ریزیڈنٹ ایڈیٹر جدہ: امیر محمد خان
لیڈی ایڈیٹر (یو۔کے): ڈاکٹر رابعہ حیدر
ایڈیٹر کویت: محمد عمر
فوٹو گرافر: ذوالقرنین حیدر
مارکیٹنگ اینڈ سرکولیشن: معیز احمد

ISSN # : 3080-9746

مولانا، خبر لیجے "ذہن" بگڑا

تحریر و تحقیق: محمد فاروق عزمی

اسلام نے شہادت کو وہ بلند ترین مقام عطا کیا ہے کہ جس کے بعد کسی اور انسانی مرتبے کا تصور دشوار ہے۔ قرآن مجید شہدا کو مردہ کہنے سے منع کرتا ہے۔ اور ارشاد فرماتا ہے کہ " وہ تو اپنے رب کے حضور زندہ ہیں اور رزق دیئے جاتے ہیں" (سورہ آلِ عمران آیت نمبر 169) شہادت اسلام میں ایک نہایت بلند اور عظیم مرتبہ ہے۔ قرآن کریم اور احادیث مبارکہ میں شہید کی فضیلت، اس کے بلند مقام اور اس کے لیے اللہ تعالیٰ کے خصوصی انعامات کا بار بار ذکر آیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی شہادت کی آرزو کا اظہار فرمایا، جو اس منصب کی عظمت کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

جنت میں داخل ہونے والا کوئی شخص دنیا میں واپس آنا پسند نہیں کرے گا، خواہ اسے دنیا کی ہر چیز مل جائے سوائے شہید کے۔ کیونکہ وہ اپنی عزت و کرامت دیکھ کر تمنا کرے گا کہ اسے دنیا میں واپس بھیجا جائے اور دس مرتبہ اللہ کی راہ میں شہید کیا جائے۔ (صحیح بخاری 2817، صحیح مسلم 1877)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا!" شہید کے تمام گناہ بخش دیے جاتے ہیں سوائے قرض کے (صحیح مسلم 1886) ایک اور حدیث مبارکہ جو حضرت مقدام بن معدی کرب رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا۔ " شہید کے لیے اللہ تعالیٰ کے ہاں چھ فضیلتیں ہیں، اس کے خون کا پہلا قطرہ گرتے ہی اس کی مغفرت کر دی جاتی ہے، اسے جنت میں اس کا مقام دکھا دیا جاتا ہے، اسے عذاب قبر سے محفوظ رکھا جاتا ہے، قیامت کی بڑی گھبراہٹ سے امن دیا جاتا ہے، اس کی سر پر عزت کا تاج رکھا جاتا ہے اور اس کے ستر رشتہ داروں کے حق میں شفاعت قبول کی جاتی ہے (جامع ترمذی 1663، سنن ابن ماج؟ (2799)

ایک اور جگہ رسول اللہ نے فرمایا!" ایک دن اور ایک رات اللہ کی راہ میں سرحد کی نگرانی کرنا ایک مہینے کے روزوں اور قیام سے بہتر ہے اور اگر وہ (نگرانی کرتے ہوئے) وفات پا جائے تو اس کا یہ عمل جاری رہتا ہے۔ اس کا رزق جاری رہتا ہے اور وہ فتنۂ قبر سے محفوظ رہتا ہے۔ (صحیح مسلم (1913)

وطن کا دفاع ہر مہذب معاشرے کی بنیادی ذمہ داری ہے۔ جب کسی اسلامی یا قومی ریاست پر دشمن حملہ آور ہو تو اس کے دفاع کے لیے اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر میدان میں اترنے والے سپاہی قوم کی ڈھال ہوتے ہیں وہ اپنی ذاتی آسائش، اہل خانہ کی محبت اور دنیاوی خواہشات کو پسِ پشت ڈال کر اپنی قوم کی سلامتی کے لیے قربانی دیتے ہیں۔ اگر ان میں سے کوئی اپنی جان وطن کے دفاع میں قربان کر دے تو پوری قوم اس کی قربانی کو احترام کی نگاہ سے دیکھتی ہے۔

حالیہ دنوں مولانا فضل الرحمٰن سے منسوب یہ بیان کہ " شہید فوجی تنخواہیں لیتے ہیں" عوامی حلقوں میں شدید تنقید اور ایک نئی بحث کا باعث بنا ہے۔ اگر اس بیان کا یہی مفہوم لیا جا؟ کہ تنخواہ لینے سے کسی کی قربانی کی قدر کم ہو جاتی ہے، تو یہ تصور نہ صرف اخلاقی طور پر کمزور ہے بلکہ اسلامی تعلیمات سے بھی ہم آہنگ نہیں۔ اسلام میں کسی جائز خدمت کے عوض اجرت یا تنخواہ لینا ہرگز اس خدمت کی عظمت کو کم نہیں کرتا۔ انبیائے کرام علیہ الصلوٰ ۃ وسلام کے علاو؟ صحاب؟ کرام رضوان اللہ علیہ اجمعین، قاضی، اساتذہ، موذن، سپاہی اور دیگر خدمت گزار افراد اپنی ذمہ داریاں ادا کرتے رہے۔ اور معاشرے نے ان کی کفالت کا اہتمام بھی کیا۔ تنخواہ کسی خدمت کا معاوضہ ہو سکتی ہے لیکن "جان" کا نہیں۔ ہر ملک کا فوجی اپنی ملازمت کی تنخواہ لیتا ہے، لیکن جب وہ وطن کے دفاع میں اپنی جان نچھاور کرتا ہے۔ تو اس قربانی کی کوئی مالی قیمت نہیں ہو سکتی۔ اگر تنخواہ ہی کسی خدمت کی عظمت کا معیار ہوتی تو ڈاکٹر، فائر فائٹر، ریسکیو اہلکار، پولیس افسر استاد اور دیگر قومی خدمت انجام دینے والے افراد کی خدمات بھی بے وقعت قرار پاتیں۔ حالانکہ ایسا ہرگز نہیں ہے۔

اسلام ہمیں زبان کی حفاظت اور ذمہ دارانہ گفتگو کی تعلیم دیتا ہے۔ خصوصاً وہ شخصیات جن کی بات لاکھوں لوگ سنتے ہوں۔ ان پر لازم ہے کہ وہ اپنی گفتگو میں اور زیادہ احتیاط کریں۔ قومی سلامتی کے لیے جان قربان کرنے والوں کے لیے احترام میں کوئی ابہام پیدا نہیں ہونا چاہیے۔ یہ مناسب نہیں کہ آپ شہدا کی خدمات اور قربانیوں کو روپوں پیسوں کے ترازو میں رکھ دیں۔ مولانا فضل الرحمٰن کے بیان سے پوری قوم اور خصوصاً شہدا کے اہل خانہ کی دل آزاری اور دفاعی اداروں کے بارے غلط فہمی پیدا ہوئی ہے۔ اختلاف رائے ہر شخص کا حق ہے۔ لیکن اس کے لیے ضروری ہے کہ آپ اپنی گفتگو میں احتیاط، توازن اور ذمہ داری کا مظاہرہ کریں۔ اگر کسی بیان سے شہدا کی عظمت پر حرف آ؟ یا ان کے لواحقین کی دل آزاری کا تاثر پیدا ہو تو مناسب یہی ہے کہ اس کی اصلاح کر دی جائے۔ اختلافات اپنی جگہ مگر وطن کے دفاع میں جانیں نچھاور کرنے والوں کا احترام پوری قوم کا مشترکہ سرمایہ افتخار ہے۔ جسے ہر حال میں محفوظ رہنا چاہیے۔ خود مولانا کا طرزِ سیاست اور کردار ہمیشہ متنازعہ اور بحث کا متقاضی رہا ہے۔ مولانا کے ہم خیال اور ان کی جماعت کے لوگ عسکری قیادت پر ان کی تنقید کا دفاع کرتے ہوئے اسے اصولی سیاست کا نام دیتے ہیں۔ ۔ لیکن " تاریخ اور حقائق جاننے والے جانتے ہیں کہ مولانا کی ایسی کیفیت اُس وقت ہوتی ہے جب وہ اقتدار کے "وچھوڑے" کا دکھ سہہ رہے ہوتے ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اگر مولانا کو آج پھر اقتدار کے ایوانوں میں واپسی کا پروانہ مل جائے تو انھیں، عسکری اداروں کی خدمات اور قربانیوں کا اتنا شدید احساس ہونے لگے گا کہ وہ خود بہ خود "شہدا" کی عظمت کے ترانے ترنم سے پڑھنے لگیں گے۔

ہم مولانا سے بس اتنا ہی عرض کرنا چاہتے ہیں اور اس کے لیے ایک مثال ہی کافی ہے کہ آپ کشمیر کمیٹی کے چیئرمین رہے ہیں تنخواہ، مراعات اور پروٹوکول سبھی کچھ انجوائے کیا۔ لیکن کشمیر کے لیے کیا کیا؟۔ شہدا نے تو تنخواہیں لے کر " جانیں" قربان کیں، آپ تو زبان سے کوئی ایک لفظ بھی ادا نہ کر سکے۔ جناب را؟ ریاض حسین کو پاکستان کے چار وزرائے اعظم کے ساتھ کام کرنے کا موقع ملا۔ وہ اپنی کتاب "را؟ عامہ" کے صفحہ نمبر 141 پر مولانا فضل الرحمٰن سے اپنی ملاقات کا احوال یوں بیان کرتے ہیں۔ "مولانا مرغوب الرحمٰن (مدرسہ دیوبند کے اس وقت کے سربراہ) کے دفتر میں مولانا فضل الرحمٰن سے ملاقات ہو گئی میں نے علیک سلیک کے بعد کشمیریوں پر ڈھائے جانے والے مظالم کا ذکر بڑے زور و شور سے کرنا شروع کر دیا۔ میری اچھی خاصی پُر جوش تقریر کے دوران میں نے محسوس کیا کہ میں مرغوب الرحمٰن اور فضل الرحمٰن سے مخاطب نہیں بلکہ کسی دیوار کے ساتھ ٹکریں مار رہا ہوں۔ اگلے دن مولانا فضل الرحمٰن ہائی کمیشن آئے میں نے وہاں بھی اس ظلم کی داستان کو دہرایا مگر مولانا وہاں بھی لاتعلق رہے۔ میرے اس دکھ کا مداوا آج تک نہیں ہو سکا۔ مگر مولانا کی اصلیت مجھ پر عیاں ہو گئی۔"

لہٰذا ہماری گزارش ہے کہ "مولانا" ایسے تو نہ کریں۔ پتا نہیں کیوں حیدر علی آتش کا یہ شعر ایک نقطے کے اضافے کے ساتھ بار بار یاد آ رہا ہے۔

لگے منہ بھی چڑانے دیتے دیتے گالیاں، صاحب
زباں بگڑی تو بگڑی تھی، خبر لیجے "ذہن" بگڑا

ISSN # : 3080-9746

"بتوں" سے تجھ کو اُمیدیں

تحریروتحقیق: محمد فاروق عزمی

اللہ تعالیٰ نے سورہ محمد کی آیت نمبر 24 میں ارشاد فرمایا ہے۔ترجمہ! یہ لوگ قرآن میں کیوں غور نہیں کرتے ،کیا ان کے دلوں پر قفل پڑے ہیں؟ اور سورہ المائدہ کی آیت نمبر 51 کا ترجمہ ہے !" اے ایمان والو یہود و نصاریٰ کو اپنا دوست مت بناؤ وہ آپس میں ایک دوسرے کے حامی ہیں اور تم میں سے جو کوئی انھیں اپنا حامی بنائے گا تو انھی میں سے شمار ہوگا " ۔اس کھلی اور واضح تنبیہ کے باوجود بھی اگر کوئی یہودیوں سے تعلق رکھے تو پھر وہ اللہ کی وعید سے ڈرے۔

قوم یہود (صیہون) کی دو بدنام زمانہ تنظیمیں ہیں۔ ایک کا نام ہے "انٹرنیشنل فری میسن موومنٹ "اور دوسری تنظیم "زنجری انٹرنیشل جیوری" کے نام سے جانی جاتی ہے۔ ان کے اغراض ومقاصد اور عزائم کسی سے ڈھکے چھپے نہیں۔ بظاہر یہ برادرانہ، فلاحی اور سماجی تنظیمیں ہیں لیکن در پردہ ان کے عزائم بہت خوفناک اور اسلام دشمنی پر مبنی ہیں اور یہ گریٹر اسرائیل کے ایجنڈے پر عمل پیرا ہیں۔ جہاں تک انٹرنیشنل فری میسن موومنٹ کا تعلق ہے۔اس کا سربراہ کون ہے کہاں رہتا ہے۔ یہ سب کچھ اتنا خفیہ ہے کہ آج تک کوئی نہیں جان سکا۔ جبکہ اس تنظیم کے بڑے بڑے اراکین بھی اس بات سے لاعلم ہیں کہ وہ کون ہے جو اس نظام کو چلا رہا ہے۔البتہ دوسری تنظیم زنجری کے بارے خیال کیا جاتا ہے کہ چند سال بیشتر تک سر جیمز گولڈسمتھ اس کا سربراہ تھا۔ جو جمائیما کا والد اور عمران خان کا سابق سسر تھا۔اس وقت زنجری کا چیئر مین یا صدر کون ہے۔یہ بھی کوئی نہیں جانتا۔

پاکستان میں اپنے مکروہ عزائم کی تکمیل کے لیے فری میسن موومنٹ والوں کو ایسے نوجوانوں کی ضرورت تھی جو کسی مسلمان کے نطفے سے پیدا ہوں لیکن ان کی پرورش قوم یہود کے صحن میں ہو، اور جس مسلمان کے نطفے سے وہ جنم لیں وہ عوامی سطح پر پسندیدہ اور مقبول شخصیت ہو۔اس کے لیے جس شخص کے نام قرعہ فال نکلا، وہ پاکستان کا معروف کرکٹر عمران خان تھا۔اس طرح ایک خاص منصوبے کے تحت عمران خان کو استعمال کیا گیا اور سر جیمز گولڈسمتھ کی بیٹی جمائیما سے اس کی شادی رچا دی گئی۔تقدیر نے اس منصوبے کو پروان چڑھایا اور جمائیما کے ہاں دو بیٹوں نے جنم لیا۔ جب پلان کے تحت سب کام بخوبی انجام پا گیا تو کچھ عرصہ بعد جمائیما نے عمران خان سے طلاق حاصل کر لی اور دونوں بچوں کو لے کر لندن چلی گئی۔

برسوں پہلے اس منصوبے کا ذکر حکیم محمد سعید شہید نے اپنی کتاب جاپان کی کہانی" کے صفحہ نمبر 11، بارہ پر کر دیا تھا اور وہ ویڈیو تو اب بھی وائرل ہوتی رہتی ہے جس میں ڈاکٹر

اسرار احمد مرحوم نے بتایا تھا کہ یہودی عمران خان کو لے کر کیا تانے بانے بن رہے ہیں۔عمران خان کے دونوں بیٹے سلیمان خان اور قاسم خان اب قوم یہود کی گود میں پل کر جوان ہو چکے ہیں۔وہ قوم یہود (صیہونی قوم) کی بدفطرت، بدخصلت،عیاریاں،مکاریاں چالاکیاں فریب کاریاں سیکھ چکے اور سب سے بڑھ کر " منافقت "ان کے رگ و پے میں سرایت کر چکی ہوگی۔ کیونکہ وہ ایسی ماں کی زیر نگرانی پرورش پاتے رہے ہیں جو نسلاً یہودن ہے۔خود اس کا باپ سر جیمز گولڈسمتھ زنجری انٹرنیشنل جیوری کا صدر یا چیئر مین رہ چکا ہے۔جمائیما بذات خود زنجری اور فری میسنری تنظیم کی تربیت یافتہ ہے، اور نسل پرست ہے۔یہ دونوں تنظیمیں دینِ اسلام،قرآن اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شدید دشمن ہیں۔ایسی دشمن تنظیموں کے گھر اور زیر سایہ پلنے والے بچے کیسے اُمتِ مسلمہ اور پاکستان کے خیر خواہ ہو سکتے ہیں۔ یہ بات عقل تسلیم نہیں کرتی کہ ایسے ماحول میں پل کر جوان ہونے والے بچے صیہونی افکار قبول نہ کریں۔ پھر یہ کیسے تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ ان کے دل و دماغ یہودیت اور اس ماحول سے متاثر نہ ہوئے ہوں گے۔عمران خان سے یہ سوال کیا جا سکتا ہے کہ اس نے بچوں کی تربیت اور پرورش خود کیوں نہیں کی؟۔اور ریاستِ مدینہ قائم کرنے کا دعوے دار ہونے کے باوجود اپنے بچوں کو مغرب اور یہودیت کے زیر اثر معاشرے میں کیوں بھیج دیا؟۔

جمائیما نسلاً یہودی ہے وہ کسی بھی صورت افکارِ زنجری اور فری میسنری سے انکار نہیں کر سکتی نہ وہ ان افکار و خیالات سے الگ رہ سکتی ہے جبکہ وہ جانتی ہے کہ ان افکار سے انکار کی سزا موت ہے۔ایسی یہودن خاتون عمران خان کے بیٹوں سلیمان خان اور قاسم خان کی ماں ہے اور انھی تنظیموں اور تحریکوں کے اصولوں کے تحت ان دونوں کی تربیت اور پرورش ہوئی ہے۔اگر کسی کو شک ہے تو وہ لندن جائے اور یہودیوں کی پوش بستی رچمنڈ (RICHMOND) کے علاقے سے معلومات حاصل کرے۔بیان کردہ حالات کے تحت پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ یہ دونوں نوجوان " میدانِ سیاست" میں قدم نہیں رکھیں گے۔انھیں تو تیار ہی پاکستان کی سیاست میں "انٹری" دینے کے لیے کیا گیا ہے۔اور اگر خدانخواستہ ایسا ہوتا ہے تو یہ ایک خوفناک اور بھیانک خواب سے کم نہ ہوگا۔

پاکستان میں خطرناک حد تک شخصیت پرستی کا رجحان پروش پا چکا ہے۔ہمیں اگر بھٹو پسند تھا تو ہم اس کے جانشین کو چاہے وہ اہل ہو یا نہ ہوا پنا راہنما ماننے لگتے ہیں۔اگر نواز شریف ہماری پسندیدہ شخصیت ہیں تو ان کی اولاد ہی اقتدار

ISSN # : 3080-9746

کے لیے اہل سمجھی جائے گی اور جسے عمران خان پسند آ گیا اس کے لیے حرف آخر اسی کے "سپوت" جانشین سمجھے جائیں گے۔ یہ جذباتی پن اور شخصیت پرستی پاکستان کو کیسا کیسا نقصان پہنچا چکی ہے اور آئندہ کیا گل کھلائے گی کوئی بھی ذی شعور اس کا اندازہ لگا سکتا ہے۔

لہٰذا مجھے وہ ویڈیو کلپ دیکھ کر دکھ ضرور ہوا لیکن حیرت نہیں ہوئی جس میں ایک نوجوان جو طالب علم دکھائی دے رہا تھا۔ امید لگائے بیٹھا ہے کہ بہت جلد سلیمان خان اور قاسم خان پاکستان آئیں گے۔ اور اپنے والد (عمران خان) کو جیل سے رہائی دلائیں گے اس کے بعد یہ دونوں "ابنِ خان" پاکستان کی سیاست میں آ کر پاکستان کی تقدیر بدل دیں گے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایسی ماں کی گود اور ماحول میں پرورش پانے والے بچے جس کا سارا خاندان نسل در نسل یہودی ہے۔ پاکستان کی تقدیر یا قسمت کیونکر بدل دیں گے؟ انھیں ایک مسلم ریاست سے کیا ہمدردی ہو سکتی ہے۔ جبکہ یہودیت کے عزائم کسی سے ڈھکے چھپے نہیں۔ اور اگر کسی کو نہیں یاد تو ہم یہاں درج کیے دیتے ہیں کہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف یہود و نصاریٰ (ہنود کو بھی شامل کر لیں) کی سازشیں، خیالات، سوچ، افکار اور تباہی و بربادی کے منصوبہ جات کیا کیا ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے۔

1۔ اسلام اور مسلمانوں کا روئے ارض سے مکمل خاتمہ مغربی دنیا کی اولین ترجیح ہے۔

2-اسلام اور مسلمانوں کا خاتمہ اگر کسی وجہ سے ممکن نہ ہو تو ان کو اقتصادی، مالی، معاشی، اخلاقی اور خصوصاً عسکری طور پر اپاہج اور مفلوج رکھنا۔

3- دنیا میں نظامِ خلافت اور اسلامی سلطنت قائم نہ ہونے دینا۔

4۔ قرآن حکیم کے وجود کو روئے ارض سے بالکلیہ ختم کرنا، مٹانا یا کم از کم پراگندہ کرنا یا متنازعہ بنانا (نعوذ باللہ من ذالک) یعنی خود مسلمانوں کی نظر میں بے اعتبار کرنا۔ اور اقوام عالم کی نظروں میں بے توقیر کرنا۔

5- مسلمان خواتین میں معاشرتی، اخلاقی اور نفسیاتی حوالوں سے بگاڑ پیدا کرنا تا کہ مسلم خاتون ایک اچھی ماں نہ بن سکے۔

6۔ عربوں کو خصوصاً ہر حال میں، سیاسی، عسکری، مالی و اقتصادی طور پر کمزور رکھنا۔

-7 مسلم امہ کو کبھی بھی سیاسی و عسکری قوت نہ بننے دینا۔ ان کو ہر حال میں کمزور اور پامال رکھنا۔

8 ۔ عالم اسلام میں کوئی اسلامی فلاحی ریاست (خلافت) یا نظامِ خلافت قائم نہ ہونے دینا۔ اگر مسلم اتحاد کر کے ایسا کرنے کی کوشش کریں تو بزورِ طاقت ان کو کچل دینا۔ اس کے لیے اگر مسلمانوں کا قتل عام بھی کرنا پڑے تو گریز نہ کرنا۔

9۔ عالم اسلام کی نام نہاد اسلامی ریاستوں میں ایسے حکمران اور افراد کو برسرِ اقتدار لانا جو مالیات، معاشیات، اقتصادیات اور انتظامی امور سے نابلد، نا اہل اور کورے چٹے اُن پڑھ ہوں۔ جو مستقبل کی منصوبہ سازی نہ کر سکیں۔

10 - عالم اسلام کی ریاستوں کو صنعت و حرفت کے حوالے سے محکوم و محتاج بنائے رکھنا اور انھیں کسی بھی قیمت پر صنعت و حرفت کی قوت و طاقت، خود کفالت اور خود اعتمادی کی منزل تک پہنچنے نہ دینا۔

11۔ عالم اسلام کی ریاستوں میں با اخلاص، با شعور، دانشور، فہم و ادراک کے مالک، سیاسی مفکرین، مدبرین، مجاہد اور مومن قسم کے مسلمانوں اور عسکری قائدین، اللہ اور اللہ کے دین کے لیے قربان ہونے والے افراد کو کسی بھی طور پر اقتدار کے حصول میں کامیاب نہ ہونے دینا۔ خواہ ایسے افراد کو موت ہی سے کیوں نہ ہمکنار کرنا پڑے۔

12۔ عالم اسلام کی ریاستوں میں ایسے مالیاتی، معاشی اور اقتصادی ماہرین (EXPERTS) کی تعیناتی کو یقینی بناتا جو ایسے منصوبے بنائیں جو صرف یہود و نصاریٰ کے مفاد

میں ہوں۔ پاکستان میں اس کی مثال، شوکت عزیز، شوکت ترین، ڈاکٹر محبوب الحق، عبدالحفیظ شیخ، ایم ایم احمد قادیانی وغیرہ جیسے ناموں سے دی جا سکتی ہے۔ اور بھی ایسے سیکڑوں ہولناک منصوبے ہیں جنھیں یہاں طوالت کے باعث درج کرنا ممکن نہیں۔

سابق برطانوی وزیر اعظم جان میجر نے ایک برطانوی وزیر کو لکھے اپنے خط میں کہا تھا۔

" ہمارے پیش رو بزرگوں سے یہ غلطی ہوئی کہ ان کی غفلت اور نا اہلی سے یورپ میں دو مسلمان ریاستیں (البانیہ

اور ترکیہ) وجود میں آ گئیں۔ لیکن اب ہم ایسا نہیں ہونے دیں گے۔ جان میجر نے ہرگوزوینا اور سربیا میں اپنے دفاع کی جنگ لڑتے مسلمانوں کے سلسلے میں یہ بیان ایسے وقت میں دیا جب وہ اپنی بقا کی جنگ لڑ رہے تھے۔ یوں یورپ والوں نے مسلمانوں کو ہتھیاروں کی سپلائی پر پابندی لگا دی۔ اس طرح اس جنگ میں دس لاکھ سے زائد مسلمان، بچے، بوڑھے، خواتین اور نوجوانوں کا قتل عام کیا گیا۔

قوم یہود چونکہ اللہ کی دھتکاری ہوئی قوم ہے۔ قرآن حکیم میں بعض آیات میں بڑے سخت الفاظ میں اس قوم کی سرزنش کی گئی ہے چہ جائیکہ یہ قوم اپنے آپ کو برگزیدہ قوم پکارے۔ یہودا نے تو اپنے بھائی حضرت یوسف علیہ السلام کو بھی قتل کرنے سے گریز نہیں کیا تھا۔ لہٰذا اس قوم پر اعتماد کیا جا سکتا ہے نہ یقین۔ فارسی کی مشہور کہاوت ہے۔

کند ہم جنس باہم جنس پرواز
کبوتر با کبوتر باز با باز ،

یعنی ہم جنس، ہم جنس کو پہچانتا ہے۔ اور ایک ہی مزاج یا طبقے کے لوگ عموماً ایک دوسرے کی۔ کی صحبت اختیار کرتے ہیں۔ یعنی کبوتر کبوتروں کے ساتھ اور باز، بازوں کے ساتھ اڑتا ہے۔ اگر کسی کو خوش فہمی ہے کہ ایک یہودی ماں کے بچے پاکستان کے خیر خواہ ہو سکتے ہیں تو وہ احمقوں کی جنت میں رہتا ہے۔ سلیمان خان اور قاسم خان کے ننھیالی یہودی اور زنجری تنظیم کے لوگ ہیں۔ جو دینِ اسلام اور مسلمانوں کے سخت دشمن ہیں۔ جمائما زنجری کی پروردہ خاتون ہے۔ اس کے بیٹوں نے زنجری کی گود میں پرورش پائی ہے۔ جہاں فریب، عیاری، مکاری، ریاکاری، جھوٹ اور منافقت کا نام جمہوریت اور سیاست ہے۔ ہمیں ایسے سیاست دان درکار ہیں نہ ایسی جمہوریت قبول ہے۔

ISSN # : 3080-9746

حفیظ اللہ خان

دھوکہ، خوف اور مجبوری کا کھیل

گزشتہ سے پیوستہ

مجھے اب کمال سے کالز کی عادت ہو چکی تھی وہ میرے لیے کسی سائبان کی طرح تھا لیکن پہلی بار جب اس نے اپنی حقیقی شکل دکھائی تو میری دنیا لرز اٹھی۔ ایک رات میرے موبائل کا پیکیج ختم ہو گیا اور میں کمال سے بات نہیں کر پائی۔ جب میں نے فون آن کیا تو اس کا پہلا میسج دیکھ کر میرے ہاتھ کانپنے لگیا س نے اردو غلط اِملا کے ساتھ لکھا تھا:

یہ جملے کسی تیز دھار خنجر کی طرح میرے دل میں اتر گئے۔ میری آنکھوں کے سامنے امی، ابو اور میرا پورا گھرانہ آ گیا وہ گھر جس کی بنیاد عزت اور حیا پر رکھی گئی تھی۔ وہ والدین جن کے لیے عزت دنیا کی سب سے بڑی دولت تھی۔ میں تصور نہیں کر سکتی تھی کہ یہ سب کچھ برباد ہو سکتا ہے۔

کمال کے اس دھمکی بھرے میسج نے مجھے مجبور کر دیا کہ میں اسی راستے پر چلتی رہوں جو وہ چاہتا تھا اب میرے پاس کوئی اور راستہ نہیں تھا میں نے دل پر پتھر رکھ کر اسے جواب دیا اور یوں ہماری باتوں کا وہی سلسلہ دوبارہ شروع ہو گیا۔

راتوں کا سکون چھن گیا:

پہلے میرا دن بھی گھر والوں کی طرح نماز فجر سے شروع ہوتا تھا لیکن اب میرے شب و روز بدل گئے تھے۔ والدین جب صبح کی نماز کے لیے جاگتے تو میں سمارٹ فون کے نشے میں مبتلا رات بھر جاگ کر بمشکل نیند کی آغوش میں چلی جاتی۔ ان کے لیے میں اب بھی وہی فرمانبردار بیٹی تھی جو ان کے سامنے شرم و حیا کا پیکر بنی رہتی۔۔۔۔۔۔ لیکن حقیقت میں میں خود کو دھوکے کے ایک گڑھے میں دھکیل رہی تھی۔

مجبوریاں اور بے بسی:

میری زندگی اب دو متضاد چہروں کے درمیان جھول رہی تھی ایک طرف میرے والدین، جن کے لیے میں آج بھی معصوم شگفتہ تھی اور دوسری طرف کمال! جو مجھے اپنی مرضی کے مطابق چلانے لگا تھا اصل میں مجھے ان سے رابطے میں ذہنی لذت بھی محسوس ہوتی تھی۔ میں جتنا زیادہ اس دنیا میں پھنستی گئی اتنا ہی اپنی اصل دنیا سے دور ہوتی گئی۔

میں نے سیکھ لیا تھا کہ اگر مجھے اپنی زندگی کے سکون کو برقرار رکھنا ہے تو اس کے اشاروں پر چلنا ہوگا۔ لیکن یہ سکون اس خوف کے سایے میں تھا جو ہر وقت میرے ساتھ رہتا تھا۔۔۔۔ کبھی سوچتی کہ ان سے رابطہ منقطع کروں تب اپنے کچھ راز !!!! میری تصویریں اور ویڈیوز راستے میں رکاوٹ بنتی اب میں اتنے عرصے سے جب جنس مخالف سے دلگی میں مشغول رہی تھی تب اس

عادت کو چھوڑنا بھی بہت مشکل کام ہی تھا۔

طویل راتیں:

وہ راتیں جو کبھی دعا اور سکون کا ذریعہ ہوا کرتی تھیں اب بے سکون اور بے چینی کا مرکز بن چکی تھیں

سمارٹ فون کی اس دنیا نے میرے دل و دماغ کو یرغمال بنا لیا تھا۔ والدین کی دعاؤں میں جو سکون تھا۔ وہ اب میرے لیے صرف ایک خواب بن چکا تھا۔

یہ سب کچھ مجھے ایک ایسی زندگی کی طرف دھکیل رہا تھا جہاں سے واپسی ممکن نہیں تھی کبھی کبھار کمال کے الفاظ میرے کانوں میں گونجتے رہتے یہ ایک زنجیر تھی جو مجھے باندھے رکھتی تھی اور میں اپنی مرضی کے بغیر بندگی نفس کی وجہ اس غلامی کو قبول کر چکی تھی۔ کبھی میرا دل مان لیتا تھا کہ یہ دھوکہ نہیں عشق ہے۔ (جاری ہے)

ISSN # : 3080-9746

دینارِ اُلفت ۔۔۔ کہاوتیں کویت کی

از: حامد اطہر ملک (قسط نمبر 1)

زبانِ یارمن ترکی..اوراشارہ بازی

زبانِ یارمن ترکی...

ایک مشہور محاورہ ہے، "زبانِ یارمن ترکی ومن ترکی نمی دانم۔"

یعنی سامنے والا ایسی زبان بول رہا ہے جس کا مجھے حرفِ اول بھی معلوم نہیں۔

ایسے مواقع پر انسان عموماً بین الاقوامی زبان، یعنی اشاروں کا سہارا لیتا ہے۔ یہ زبان خاصی مؤثر بھی ہے اور نسبتاً محفوظ بھی... بشرطیکہ مخاطب کوئی مرد ہو۔ اگر سامنے خاتون ہوں تو پھر ہر اشارہ اپنے اندر کئی معانی رکھتا ہے، اور غلط فہمی کی قیمت بھی خاصی بھاری پڑسکتی ہے۔

بقول شاعر:

یہاں نام عشق کا لینا
ایک بلا پیچھے لگا لینا

کبھی کبھی کسی زبان کی آدھی ادھوری واقفیت مکمل ناواقفیت سے بھی زیادہ خطرناک ثابت ہوتی ہے۔ آپ ایک لفظ کچھ اور معنی میں بولتے ہیں، سامنے والا کچھ اور سمجھ لیتا ہے، اور پھر انسان لغت پر بھی شک کرنے لگتا ہے۔

فرنیچر یا غلط فہمی؟

یہ واقعہ کویت میں ملازمت کے ابتدائی دنوں کا ہے۔ شادی پاکستان میں ہوچکی تھی، ایک بیٹا بھی دنیا میں آچکا تھا، اہلِ خانہ کا ویزا مل گیا تھا اور رہائش بھی مل گئی تھی۔ اب صرف گھر کے لیے فرنیچر خریدنا باقی تھا۔

ایک مصری کولیگ، جس کی عربی ہماری سمجھ سے باہر اور ہماری انگریزی اس کی سمجھ سے اوپر تھی، بڑے اعتماد سے بولا:

"میرے دوست نے بہت اچھا فرنیچر خریدا تھا، آپ لے لیں۔"

میں نے حیرت سے پوچھا:

"اگر اتنا اچھا ہے تو بیچ کیوں رہا ہے؟"

جواب ملا:

"اس کی فیملی نہیں آرہی۔"

ہم خوشی خوشی اس کے ساتھ روانہ ہوگئے۔ وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ جناب کا مطلب یہ تھا کہ اس کے دوست نے اسی مارکیٹ سے فرنیچر خریدا تھا، آپ بھی یہیں سے خرید لیں۔

اور ہم پورا راستہ یہی سمجھتے رہے کہ کوئی صاحب اپنا گھر بار سمیٹ کر فرنیچر فروخت کررہے ہیں!

اشاروں میں کامیاب سودے بازی

ایک دن میں اہلیہ کے ساتھ مارکیٹ گیا تو بڑے اعتماد سے اعلان کیا:

"آج میں عرب دکاندار سے خالص اردو میں مول تول کروں گا، اور وہ سب سمجھ جائے گا۔"

اہلیہ نے مسکرا کر فرمایا:

"یہ ناممکن ہے۔"

میں نے جواب دیا:

"آپ صرف تماشا دیکھیے۔"

میں نے گھڑی کی طرف اشارہ کیا۔

دکاندار بولا: "خمسین دینار۔"

میں نے چہرے پر ناگواری لاتے ہوئے ہاتھ ہلایا، جیسے کہہ رہا ہوں: "بھائی! بہت زیادہ ہے۔"

وہ فوراً بولا:

"اوکے... خمسہ واربعین۔"

میں نے پھر ہاتھ گھمایا، سر ہلایا، کچھ خالص اردو میں بڑبڑایا اور انگلیوں سے مزید اشارے کیے۔

آخر کار گھڑی اربعین دینار میں مل گئی۔

واپسی پر اہلیہ نے اعتراف کیا کہ بعض اوقات اشاروں کی زبان، زبان سے کہیں زیادہ مؤثر ثابت ہوتی ہے۔

ترکی میں گرم پانی

1990ء میں عراق کے کویت پر قبضے کے بعد ہم بیوی بچوں سمیت اپنی گاڑی پر زمینی راستے سے پاکستان روانہ ہوئے۔ اس طویل اور یادگار سفر کی داستان پھر کبھی سہی۔ ترکی کے ایک چھوٹے سے شہر میں پٹرول پمپ پر رکے تو بچی کے دودھ کے لیے گرم پانی درکار تھا۔

میں تھرماس اٹھا کر ریسٹورنٹ میں گیا۔ عربی، انگریزی، فارسی اور اردو... جو زبان یاد آئی آزمائی، مگر سامنے کھڑے بزرگ کی سمجھ میں کچھ نہ آیا۔

آخر کار اشاروں کی زبان کا سہارا لیا۔

پہلے تھرماس دکھایا، پھر بچے کے دودھ پینے کا اشارہ کیا۔ انہوں نے ٹھنڈے پانی کا جگ لاکر رکھ دیا۔

اب مسئلہ گرمی کا تھا۔

میں نے انگلی کو ہاتھ پر رکھ کر ایسے جھٹکا دیا جیسے گرم چیز لگ گئی ہو، ساتھ "اوہ!" کی آواز بھی نکالی۔ بس پھر کیا تھا۔ بزرگ مسکرائے، اندر گئے اور چند لمحوں بعد بھاپ اٹھتا گرم پانی لے آئے۔

اس دن یقین ہوگیا کہ دنیا میں بعض اوقات اشارے مترجم سے بھی بہتر کام کرتے ہیں۔

وان کا وہ ننھا پاکستانی دوست

ترکی کے علاقے وان میں سفر کے دوران ہم تھکن سے نڈھال ہوکر سڑک کنارے رک گئے۔

سامنے ایک دس بارہ سالہ لڑکا بکریاں چرا رہا تھا۔ وہ قریب آیا اور ترکی زبان میں کچھ پوچھنے لگا۔ ظاہر ہے، ہم کچھ نہ سمجھ سکے۔

آخر کار میں نے اپنی طرف اشارہ کرتے ہوئے صرف ایک لفظ کہا:

"پاکستان۔"

یہ سنتے ہی اس کے چہرے پر خوشی پھیل گئی۔ اس نے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں آپس میں پھنسا کر سر سے اوپر اٹھائیں، بلند آواز میں "پاکستان... ترکیہ" کہا اور محبت بھرے چند نعرے لگائے۔

پھر دوڑتا ہوا اپنے گھر گیا اور کچھ دیر بعد مختلف پھل اور کھانے پینے کی اشیا لے آیا۔

میں حیران رہ گیا۔

وہ دور افتادہ دیہات کا ایک معصوم بچہ تھا۔ نہ انٹرنیٹ تھا، نہ سوشل میڈیا، نہ موبائل فون۔ مگر اس کے دل میں پاکستان کے لیے محبت اور احترام موجود تھا۔

بعد کے برسوں میں جب بھی الخدمت کی ذمہ داری کے دوران ترک اداروں کے ذمہ داران سے ملاقات ہوتی، میں انہیں یہ واقعہ ضرور سناتا تھا۔

آج بھی وہ ننھا چرواہا میرے حافظے میں محبت کی ایک روشن تصویر بن کر زندہ ہے۔

آخر میں قارئین سے صرف ایک گزارش ہے۔

اشاروں کی زبان ضرور سیکھیے، زندگی میں بہت کام آتی ہے۔

البتہ کسی خاتون سے اشارہ بازی کرنے کی غلطی ہرگز نہ کیجیے۔

ورنہ جواب بھی اشاروں ہی میں مل سکتا ہے...

فرق صرف اتنا ہوگا کہ اشارہ ہاتھ سے نہیں، سینڈل کی ہیل سے کیا جائے گا۔

ISSN # : 3080-9746

رزقِ حلال اور قناعت: اُسوۂ حسنہ کے تابناک نقوش اور احیائے ملت کی راہ

تحریر: صاحبزادہ ذیشان کلیم معصومی

کائناتِ ارضی و سماوی میں نظامِ معیشت کا وہ حسین و جمیل ڈھانچہ جو خالقِ کائنات نے انسان کو عطا کیا، اس کی بنیاد صرف اور صرف 'رزقِ حلال' اور 'حُسنِ قناعت' پر استوار ہے۔ یہ وہ ابدی اصول ہیں جنہیں حضورِ اکرم ﷺ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے عملی نمونہ بنا کر پیش کیا اور جنہیں صحابہ کرامؓ، اہلبیتِ اطہارؑ اور سلفِ صالحین نے اپنے خونِ جگر سے سینچا۔ آج کے دور میں جب مادیت کی یلغار نے انسانی اقدار کو پامال کر دیا ہے، امتِ مسلمہ کی فکری اور اخلاقی اصلاح کے لیے اسی قدیم مگر لازوال راستے کی طرف پلٹنا ناگزیر ہے۔

نبی کریم ﷺ کا اسوۂ طیبہ رزق کے معاملے میں طہارت اور قناعت کا عظیم مینار ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "رزقِ حلال کا طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔" آپ ﷺ کی زندگی کا یہ درخشاں پہلو تاریخ کا حصہ ہے کہ آپ ﷺ نے کبھی بھی کسی ایسی شے کو قبول نہیں کیا جس کے حصول میں ذرا برابر بھی مشتبہ پہلو ہو۔ ایک بار آپ ﷺ نے کھجوروں کے ڈھیر میں سے ایک دانہ یہ کہہ کر پھینک دیا کہ "اگر مجھے ڈر نہ ہوتا کہ یہ صدقے کی کھجور ہے، تو میں اسے کھا لیتا۔" یہ معلوم ہوتا ہے کہ قناعت اور فقرِ غیور ہی ان کا شعار تھا۔ سیدہ کائنات فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کی چکی پیستے ہوئے حالتِ زار اور صبر و قناعت کا وہ مقام، جس پر خود سرکارِ دو عالم ﷺ نے آپؑ کو جنت کی بشارت دی، یہ وہ معیارِ تقویٰ ہے جو امت کے ہر فرد کے لیے مشعلِ راہ ہونا چاہیے۔

سیدنا ابوبکر صدیقؓ کی حیاتِ طیبہ کا وہ واقعہ جو کتبِ سیرت میں سنہری حروف سے درج ہے، آج بھی انسانی ضمیر کو جھنجھوڑنے کے لیے کافی ہے۔ آپؓ کے ایک خادم نے کسی جگہ سے مشتبہ کمائی کا کچھ حصہ آپؓ کو دیا، آپؓ نے اسے کھا لیا۔ جب معلوم ہوا تو آپؓ اس قدر مضطرب ہوئے کہ اپنی انگلیاں حلق میں ڈال کر قے کرنے لگے۔ جب کسی نے سبب پوچھا تو فرمایا: "اگر میری جان نکل جاتی تب بھی میں یہ لقمہ اپنے پیٹ میں نہ رہنے دیتا، کیونکہ میں نے سنا ہے کہ جو گوشت حرام سے پلتا ہے، وہ دوزخ کا ایندھن بنتا ہے۔" یہ تھے وہ لوگ جنہوں نے رزقِ حلال کو اپنی روح کا محافظ بنا لیا تھا۔

اہلبیتِ اطہارؑ کی مقدس زندگیوں کا مطالعہ کریں تو ثابت کرتا ہے کہ رزق کی تنگی میں بھی اللہ کی رضا پر راضی رہنا ہی اصل دولت ہے۔ سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کا یہ قول کہ "قناعت ایسا خزانہ ہے جو کبھی ختم نہیں ہوتا"، آج کے پرشور اور ہوس زدہ معاشرے کے لیے سب سے بڑا پیامِ سکون ہے۔

سلفِ صالحین کا اسوہ بھی ہمیں اسی راہ پر گامزن رہنے کی دعوت دیتا ہے۔ امامِ اعظم ابوحنیفہؒ، جو اپنے دور کے عظیم ترین تاجر تھے، کی ایمانداری کا یہ عالم تھا کہ آپؒ اپنے گاہک کو کپڑے کے نقص پہلے ہی بتا دیتے تاکہ وہ دھوکے میں نہ رہے۔ آپؒ کا یہ طرزِ عمل اس بات کی دلیل ہے کہ اسلام میں تجارت کا مقصد صرف نفع کمانا نہیں، بلکہ اپنے ایمان کی حفاظت اور خلقِ خدا کی خیر خواہی ہے۔ آپؒ فرمایا کرتے تھے کہ "اگر میں رزقِ حلال کا اہتمام نہ کروں تو میری دُعائیں کیسے قبول ہوں گی؟"

آج کے دور میں معاشرتی بگاڑ کی اصل جڑ یہی ہے کہ ہم نے حصولِ رزق میں جائز و ناجائز کی حدیں مٹا دی ہیں۔ میڈیا اور چکاچوند نے ہم میں "دوڑ" پیدا کر دی ہے، جس نے گھروں سے اطمینانِ قلب چھین لیا ہے۔ جب رزقِ حرام کی آمیزش ہوتی ہے، تو اولاد میں نافرمانی پیدا ہوتی ہے، گھروں میں لڑائی جھگڑے جنم لیتے ہیں اور انسان اندر سے کھوکھلا ہو جاتا ہے۔ اصلاحِ امت کا تقاضا ہے کہ ہم اپنی معیشت کو سود، دھوکہ دہی اور ہوسِ زر سے پاک کریں۔

ہم اپنے دسترخوانوں کو حلال کمائی سے سجائیں اور اپنی ضرورتوں کو قناعت کے دائرے میں سمٹ لیں۔ جس دن ہم نے قناعت کا یہ سبق سیکھ لیا، اسی دن سے ہماری معاشی خود مختاری اور روحانی عروج کا سفر شروع ہو جائے گا۔ اے امتِ مسلمہ! ہم اس نبی ﷺ کے امتی ہیں جن کی پوری زندگی رزقِ حلال اور توکل و قناعت کا بہترین مظہر تھی۔ آیئے، آج عہد کریں کہ ہم اپنی ذات اور اپنے معاشرے کو ان پاکیزہ اصولوں سے دوبارہ منور کریں گے تاکہ ہماری آنے والی نسلیں ایک پرسکون اور باوقار زندگی گزار سکیں۔

ISSN # : 3080-9746

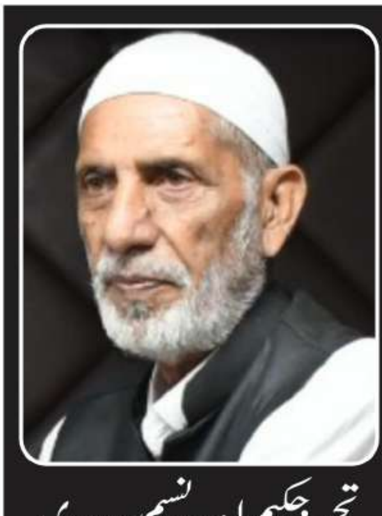

تحریر: حکیم راحت نسیم سوہدروی

14 اگست ۔۔۔تجدیدِ عہد کا دن

14 اگست پاکستان کی تاریخ کا ایک عظیم، یادگار اور تاریخ ساز دن ہے۔ یہ وہ دن ہے جب برصغیر کے مسلمانوں نے ایک صدی سے زیادہ عرصہ کی مساعی سے اخرکار قائداعظم محمد علی جناحؒ کی ولولہ انگیز قیادت میں ایک طویل اور انتھک جدوجہد کے بعد آزادی حاصل کی۔ ٹھیک 79 سال قبل 14 اگست 1947ء کو پاکستان دنیا کے نقشے پر اس وقت کی سب سے بڑی ایک آزاد اسلامی مملکت کی حیثیت سے ابھرا۔ اس دن مسلمانوں کا خواب حقیقت میں تبدیل ہوا اور انہیں ایک ایسا وطن ملا جہاں وہ اپنی مذہبی، ثقافتی اور قومی اقدار کے مطابق آزادانہ زندگی گزار سکیں۔ اور دنیا کو پھر سے اسلام کے آفاقی پیغام سے روشناس کرا سکیں۔ 14 اگست ہمارے لیے صرف جشن منانے کا دن نہیں بلکہ یہ تجدیدِ عہد کا دن بھی ہے۔ تجدیدِ عہد کا مطلب ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ سے اپنے عہد اور وعدے کو دوبارہ تازہ کریں۔ ہمیں اس دن یہ عہد کرنا چاہیے کہ ہم اپنے پیارے وطن پاکستان کی ترقی، خوشحالی، سلامتی اور استحکام کے لیے اپنا کردار ادا کریں گے۔ ہم اپنے فرائض ایمانداری سے ادا کریں گے۔

وطن عزیز پاکستان کے قیام کے لیے ہمارے بزرگوں نے بے شمار قربانیاں دیں۔ لاکھوں مسلمانوں نے اپنے گھر، کاروبار، زمینیں اور جائیدادیں چھوڑ دیں۔ لاکھوں لوگوں نے ہجرت کی اور اس دوران بے شمار مشکلات کا سامنا کیا۔ ہزاروں ماوں بہنوں کی عصمتوں کی تاراجی ہوء بے شمار لوگوں نے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا۔ ماؤں نے اپنے بیٹے، بہنوں نے اپنے بھائی اور بیویوں نے اپنے شوہر قربان کیے۔ یہ ملک ہمیں آسانی سے نہیں ملا بلکہ اس کے قیام کے لیے ہمارے بزرگوں نے خون کی ندیاں عبور کیں۔ تب ہمیں مملکت پاکستان ملی۔

قائداعظم محمد علی جناحؒ نے مسلمانوں کو اتحاد، ایمان اور تنظیم کا درس دیا۔ ان کی قیادت میں مسلمانوں نے ایک الگ وطن کے حصول کے لیے جدوجہد کی ان کی یہ جدوجہد بیک وقت دو بالادست قوتوں انگریز اور ہندو کے خلاف تھی انہوں نے ازادی کی جدوجہد ائین اور قانون کے دائرے میں رہتے ہوئے جمہوری طریقے سے لڑی اور ان دونوں بالادست قوتوں کو شکست دے کر پاکستان قائم کردیا۔ قائداعظمؒ ایک عظیم رہنما ہونے کے ساتھ ساتھ ایک سچے، دیانت دار، بااصول اور باکردار انسان بھی تھے۔ انہوں نے ہمیشہ قانون، نظم وضبط اور اتحاد کے ساتھ آزادی کی منزل حاصل کی اور دنیا کی نظریاتی مملکت اسلامی کے بانی ہونے کا اعزاز حاصل کیا۔

پاکستان ایک نظریاتی ملک ہے۔ اس کے قیام کا مقصد صرف زمین کا ایک ٹکڑا حاصل کرنا نہیں تھا بلکہ مسلمانوں کو ایک ایسا ملک فراہم کرنا تھا جہاں وہ اپنے دین یعنی اسلامی اصولوں کے مطابق اپنی زندگی گزار سکیں اور دنیا کو پھر اس

ISSN # : 3080-9746

پیغام سے روشناس کرسکیں جس نے عرب کے جہاں بانوں کو جہاں ارا بنادیا۔ ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے وطن کی نظریاتی بنیادوں کو سمجھیں اور اس نظریہ کی ترویج کر کے اس مملکت کے استحکام کے لیے کام کریں۔ اس کے لیئےہمیں اپنی قومی یکجہتی کو مضبوط بنانا ہوگا اور زبان، صوبے، علاقے اور فرقہ واریت کی بنیاد پر تقسیم ہونے کے بجائے پاکستانی ہونے پر فخر کرنا ہوگا۔ آج وطن عزیز پاکستان کو جن مختلف چیلنجز کا سامنا ہے۔ ان میں مہنگائی، بے روزگاری، جہالت، بدعنوانی، عدم برداشت، لاقانونیت اور آئین شکنی جیسے مسائل ہماری ترقی کی راہ میں رکاوٹ ہیں۔ ان مسائل کا حل صرف حکومت کی ذمہ داری نہیں بلکہ ہر شہری کو اپنا کردار ادا کرنا ہوگا۔ ہر فرد اس کا تعلق کسی شعبہ سے ہے مثال کے طور پر ایک طالب علم محنت سے تعلیم حاصل کر کے ملک کی خدمت کر سکتا ہے۔ ایک استاد ایمانداری سے نئی نسل کی تربیت کرسکتا ہے۔ ایک ڈاکٹر انسانیت کی خدمت کرسکتا ہے اور ایک مزدور اپنی محنت سے سیاست دان سیاست کو عبادت سمجھ کر ملکی ترقی میں حصہ ڈال سکتا ہے۔ ہم سب کو اپنے حصہ کی شمع جلانا ہوگی۔ ہمیں آج یومِ آزادی پر یہ عہد کرنا چاہیے کہ ہم پاکستان کو اسلامی نظریہ کے مطابق صاف، سرسبز، مضبوط اور خوشحال بنانے میں اپنا کردار ادا کریں گے۔ ہم رشوت، جھوٹ، دھوکے اور بدعنوانی سے بچیں گے۔ ہم ائین اور قانون کا احترام کریں گے، قومی املاک کی حفاظت کریں گے اور اپنے فرائض ایمانداری سے ادا کریں گے۔ ہمیں اپنے وطن کے لیے صرف نعروں تک محدود نہیں رہنا چاہیے بلکہ عملی طور پر ملک کی خدمت کرنی چاہیے۔

طلبہ کسی بھی ملک کا مستقبل ہوتے ہیں۔ پاکستان کے نوجوان اگر تعلیم، محنت، تحقیق اور کردار سازی کو اپنی زندگی کا مقصد بنالیں تو ملک ترقی کی راہ پر تیزی سے گامزن ہوسکتا ہے۔ ہمیں جدید تعلیم کے ساتھ ساتھ اخلاقی اقدار کو بھی اپنانا چاہیے۔ ایک تعلیم یافتہ، باکردار اور محنتی نوجوان ہی پاکستان کا روشن مستقبل بن سکتا ہے۔ 14 اگست ہمیں یہ بھی یاد دلاتا ہے کہ آزادی ایک بہت بڑی نعمت ہے۔ دنیا کی تاریخ میں بہت سی قوموں نے آزادی کے لیے طویل جدوجہد کی، مگر آزادی حاصل کرنے کے بعد بھی اس کی حفاظت اور ترقی کے لیے مسلسل محنت کی ضرورت ہوتی ہے۔ آزادی حاصل کرلیں اس خفاظت زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔

ہمیں چاہیے کہ ہم نفرت، تعصب، فرقہ واریت اور لسانی اختلافات کو ختم کریں۔ اتحاد و اتفاق کو فروغ دیں اور ایک دوسرے کے حقوق کا احترام کریں۔ پاکستان کی طاقت اس کے عوام کے اتحاد میں ہے۔ اگر ہم متحد ہو کر کام کریں تو کوئی طاقت پاکستان کو ترقی کرنے سے نہیں روک سکتی۔

آیئے! اس 14 اگست کے موقع پر ہم سب مل کر عہد کریں کہ ہم اپنے وطن سے سچی محبت کریں گے، قائداعظمؒ کے اصولوں پر عمل کریں گے، محنت اور ایمانداری کو اپنا شعار بنائیں گے اور پاکستان کی ترقی و خوشحالی کے لیے اپنا بھرپور کردار ادا کریں گے۔ ہم اپنے وطن کی عزت، سلامتی اور وقار کو ہمیشہ مقدم رکھیں گے۔ 14 اگست ہمیں جشن کے ساتھ ساتھ اپنی ذمہ داریوں کا احساس بھی دلاتا ہے۔ یہ دن ہمیں یاد دلاتا ہے کہ پاکستان ہمارے بزرگوں کی قربانیوں کا ثمر ہے اور اس کی ترقی ہماری ذمہ داری ہے۔

پاکستان زندہ باد!

ISSN # : 3080-9746

اینڈی برنہم نے سنبھالی برطانیہ کی قیادت

قلمِ حق
انجینئر بخت سید یوسفزئی
engr.bakht@gmail.com

برطانیہ کی سیاست ایک مرتبہ پھر ایک اہم اور غیر معمولی موڑ پر آ کھڑی ہوئی ہے جہاں گزشتہ چار برسوں کے دوران پانچویں وزیرِ اعظم نے اقتدار سنبھال لیا ہے۔ مسلسل سیاسی تبدیلیوں نے نہ صرف برطانوی عوام بلکہ دنیا بھر کے سیاسی مبصرین، سفارتی حلقوں اور معاشی ماہرین کی توجہ بھی اپنی جانب مبذول کر لی ہے۔ ایک ایسے وقت میں جب ملک کو معاشی، سماجی اور بین الاقوامی سطح پر کئی چیلنجز کا سامنا ہے، قیادت کی یہ نئی تبدیلی مستقبل کی سمت کے حوالے سے اہم سمجھی جا رہی ہے۔ تازہ سیاسی پیش رفت کے مطابق اینڈی برنہم نے برطانیہ کے نئے وزیرِ اعظم کے طور پر اپنے فرائض سنبھال لیے ہیں۔ ان کی تقرری اس وقت عمل میں آئی جب سابق وزیرِ اعظم کیئر سٹارمر نے جون میں ہونے والے بلدیاتی انتخابات میں لیبر پارٹی کی مایوس کن کارکردگی کے بعد اپنے عہدے سے استعفیٰ دے دیا۔ ان کا استعفیٰ برطانوی جمہوری روایت کے مطابق سیاسی ذمہ داری قبول کرنے کی ایک نمایاں مثال قرار دیا جا رہا ہے۔

کیئر سٹارمر کے استعفے نے برطانوی سیاست میں ایک نئی بحث کو جنم دیا ہے۔ سیاسی تجزیہ کاروں کا کہنا ہے کہ کسی بھی جمہوری معاشرے میں عوامی رائے کو سب سے زیادہ اہمیت حاصل ہوتی ہے، اور جب ووٹرز حکمران جماعت سے ناراضی کا اظہار کرتے ہیں تو اس کے اثرات براہِ راست قیادت پر بھی مرتب ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ پارٹی کی انتخابی ناکامی نے قیادت میں فوری تبدیلی کی راہ ہموار کی۔

اینڈی برنہم کو ایک تجربہ کار سیاست دان کے طور پر جانا جاتا ہے جنہوں نے طویل عرصے تک مختلف سرکاری ذمہ داریاں نبھائیں۔ بطور میئر انہوں نے عوامی ٹرانسپورٹ، صحت، مقامی حکومت اور شہری ترقی کے متعدد منصوبوں پر کام کیا، جس کے باعث انہیں عوامی سطح پر کافی پذیرائی حاصل ہوئی۔ اب ان کے سامنے مقامی سطح کی کامیابیوں کو قومی سطح پر دہرانے کا بڑا امتحان موجود ہے۔

برطانیہ اس وقت کئی بڑے داخلی مسائل سے دوچار ہے جن میں بڑھتی ہوئی مہنگائی، سست معاشی ترقی، قومی صحت کے نظام این ایچ ایس پر بڑھتا ہوا دباؤ، رہائشی بحران، توانائی کی بلند قیمتیں اور عوامی اخراجات میں اضافہ شامل ہیں۔ نئی حکومت کو ان تمام مسائل کے لیے فوری، مؤثر اور دیرپا حکمتِ عملی ترتیب دینا ہوگی تاکہ عوام کا اعتماد دوبارہ حاصل کیا جا سکے۔ سیاسی ماہرین کے مطابق گزشتہ چند برسوں میں بار بار وزرائے اعظم کی تبدیلی نے برطانوی سیاسی نظام کے استحکام کے بارے میں مختلف سوالات کو جنم دیا ہے۔ اگرچہ برطانیہ کا جمہوری نظام مضبوط تصور کیا جاتا ہے، لیکن مسلسل قیادت کی تبدیلی پالیسیوں کے تسلسل، حکومتی منصوبوں کی رفتار اور عوامی اعتماد کو متاثر کر سکتی ہے۔

اپنے پہلے خطاب میں اینڈی برنہم نے اس عزم کا اظہار کیا کہ ان کی حکومت عوامی خدمت، شفاف حکمرانی اور معاشی بحالی کو اپنی اولین ترجیح بنائے گی۔ انہوں نے کہا کہ حکومت ایسے فیصلے کرے گی جو عام شہری کی زندگی میں حقیقی اور مثبت تبدیلی لا سکیں، جبکہ قومی اتحاد اور سیاسی استحکام کو بھی ہر قیمت پر برقرار رکھا جائے گا۔ انہوں نے اپنی تقریر میں اس بات پر بھی زور دیا کہ حکومت صرف وعدوں تک محدود نہیں رہے گی بلکہ عملی اقدامات کے ذریعے عوامی مسائل کو حل کرنے کی کوشش کرے گی۔ ان کے مطابق حکومت کی کامیابی کا اصل معیار یہی ہوگا کہ عام شہری اپنی روزمرہ زندگی میں بہتری محسوس کرے۔ بلدیاتی انتخابات کے نتائج نے واضح کر دیا کہ برطانوی عوام اب صرف سیاسی نعروں یا روایتی وعدوں پر اکتفا نہیں کرنا چاہتے۔ ووٹرز اب ایسی قیادت چاہتے ہیں

ISSN # : 3080-9746

جو مہنگائی، روزگار، صحت، تعلیم اور عوامی خدمات جیسے بنیادی مسائل کے حل کے لیے عملی اقدامات کرے اور اپنی کارکردگی سے اعتماد بحال کرے۔ لیبر پارٹی کے اندر بھی قیادت کی یہ تبدیلی ایک نئے آغاز کے طور پر دیکھی جا رہی ہے۔ پارٹی رہنماؤں کو امید ہے کہ اینڈی برنہم اپنی سیاسی مہارت، انتظامی تجربے اور عوامی مقبولیت کی بدولت نہ صرف پارٹی کو متحد رکھ سکیں گے بلکہ آئندہ انتخابات میں بہتر نتائج بھی حاصل کریں گے۔ حزبِ اختلاف نے نئی حکومت کو مبارکباد دیتے ہوئے کہا ہے کہ وہ قومی مفاد کے معاملات میں مثبت کردار ادا کرے گی، تاہم حکومت کی کارکردگی پر کڑی نظر بھی رکھی جائے گی۔ جمہوری نظام میں مضبوط اپوزیشن کو احتساب اور شفافیت کی ضمانت سمجھا جاتا ہے، اس لیے پارلیمنٹ میں سخت سیاسی مباحث متوقع ہیں۔

بین الاقوامی سطح پر بھی اس تبدیلی کو غیر معمولی اہمیت دی جا رہی ہے کیونکہ برطانیہ عالمی سیاست، تجارت، دفاع اور سفارت کاری میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ نئی قیادت کی خارجہ پالیسی اور عالمی معاملات پر حکمتِ عملی کو مختلف ممالک اور بین الاقوامی ادارے قریب سے دیکھ رہے ہیں۔

امریکہ، یورپی ممالک اور دولتِ مشترکہ کے متعدد رکن ممالک نے نئی حکومت کے ساتھ مل کر کام جاری رکھنے کے عزم کا اظہار کیا ہے۔ توقع کی جا رہی ہے کہ برطانیہ اپنی بین الاقوامی ذمہ داریوں، دفاعی تعاون اور سفارتی تعلقات میں تسلسل برقرار رکھتے ہوئے عالمی سطح پر اپنا فعال کردار جاری رکھے گا۔ سیاسی مبصرین کا کہنا ہے کہ اینڈی برنہم کے لیے سب سے بڑا چیلنج اپنی جماعت کے اندر مختلف نظریاتی دھڑوں کے درمیان ہم آہنگی پیدا کرنا ہوگا۔ اگر پارٹی کے اندر اتحاد مضبوط رہا تو حکومت اپنے اصلاحاتی پروگرام پر زیادہ مؤثر انداز میں عمل درآمد کر سکے گی۔

صحت، تعلیم، عوامی ٹرانسپورٹ، مقامی حکومت اور سماجی بہبود کے شعبے نئی حکومت کی ترجیحات میں شامل ہوں گے۔ خاص طور پر قومی صحت کے نظام این ایچ ایس میں اصلاحات اور علاج معالجے کے انتظار کے طویل اوقات کو کم کرنا عوام کی بڑی توقعات میں شامل ہے۔

معاشی ماہرین کا کہنا ہے کہ سرمایہ کار نئی حکومت کی مالیاتی اور اقتصادی پالیسیوں کا بغور جائزہ لیں گے۔ اگر حکومت کاروباری ماحول کو بہتر بنانے، سرمایہ کاری میں اضافے اور روزگار کے نئے مواقع پیدا کرنے میں کامیاب رہی تو اس کے مثبت اثرات ملکی معیشت پر نمایاں طور پر مرتب ہو سکتے ہیں۔

برطانیہ میں نوجوان آبادی کی ضروریات بھی حکومت کے لیے ایک اہم مسئلہ ہیں۔ رہائش، اعلیٰ تعلیم، روزگار، مہنگائی اور مستقبل کے معاشی مواقع ایسے موضوعات ہیں جن پر نوجوان نسل حکومت سے فوری اور مؤثر اقدامات کی توقع رکھتی ہے۔ اینڈی برنہم کے سامنے سب سے بڑا امتحان یہی ہوگا کہ وہ اپنی انتخابی ترجیحات اور عوامی وعدوں کو کس حد تک عملی شکل دے پاتے ہیں۔ سیاسی کامیابی صرف تقاریر سے نہیں بلکہ مؤثر فیصلوں، شفاف حکمرانی اور عوامی فلاح کے عملی نتائج سے حاصل ہوتی ہے۔

تجزیہ کاروں کے مطابق اگر نئی حکومت ابتدائی چند مہینوں میں معیشت، صحت اور عوامی خدمات کے شعبوں میں نمایاں بہتری لانے میں کامیاب رہی تو عوامی اعتماد میں اضافہ ہوگا اور لیبر پارٹی کی سیاسی پوزیشن بھی مزید مضبوط ہو سکتی ہے۔ دوسری جانب اگر معاشی مشکلات برقرار رہیں، مہنگائی میں کمی نہ آئے اور عوامی خدمات میں بہتری نہ ہو سکی تو حکومت کو شدید سیاسی دباؤ، عوامی تنقید اور آئندہ انتخابات میں سخت مقابلے کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔

برطانیہ کی حالیہ سیاسی تبدیلی ایک مرتبہ پھر اس حقیقت کو واضح کرتی ہے کہ جمہوری نظام میں عوامی اعتماد ہی سب سے بڑی طاقت ہوتا ہے۔ قیادتیں بدلتی رہتی ہیں، مگر عوام کی توقعات ہمیشہ یہی رہتی ہیں کہ حکومت دیانت داری، شفافیت اور مؤثر کارکردگی کے ذریعے ملک کو ترقی اور استحکام کی راہ پر گامزن کرے۔

اینڈی برنہم کی وزارتِ عظمیٰ کا آغاز امیدوں، توقعات اور بڑے چیلنجز کے ساتھ ہوا ہے۔ آنے والے مہینے اس بات کا فیصلہ کریں گے کہ آیا وہ برطانیہ کو سیاسی استحکام، معاشی بحالی، بہتر عوامی خدمات اور عالمی سطح پر مضبوط قیادت فراہم کرنے میں کامیاب ہوتے ہیں یا یہ تبدیلی بھی برطانوی سیاست کے مسلسل بدلتے ہوئے منظرنامے کا ایک اور باب ثابت ہوگی۔

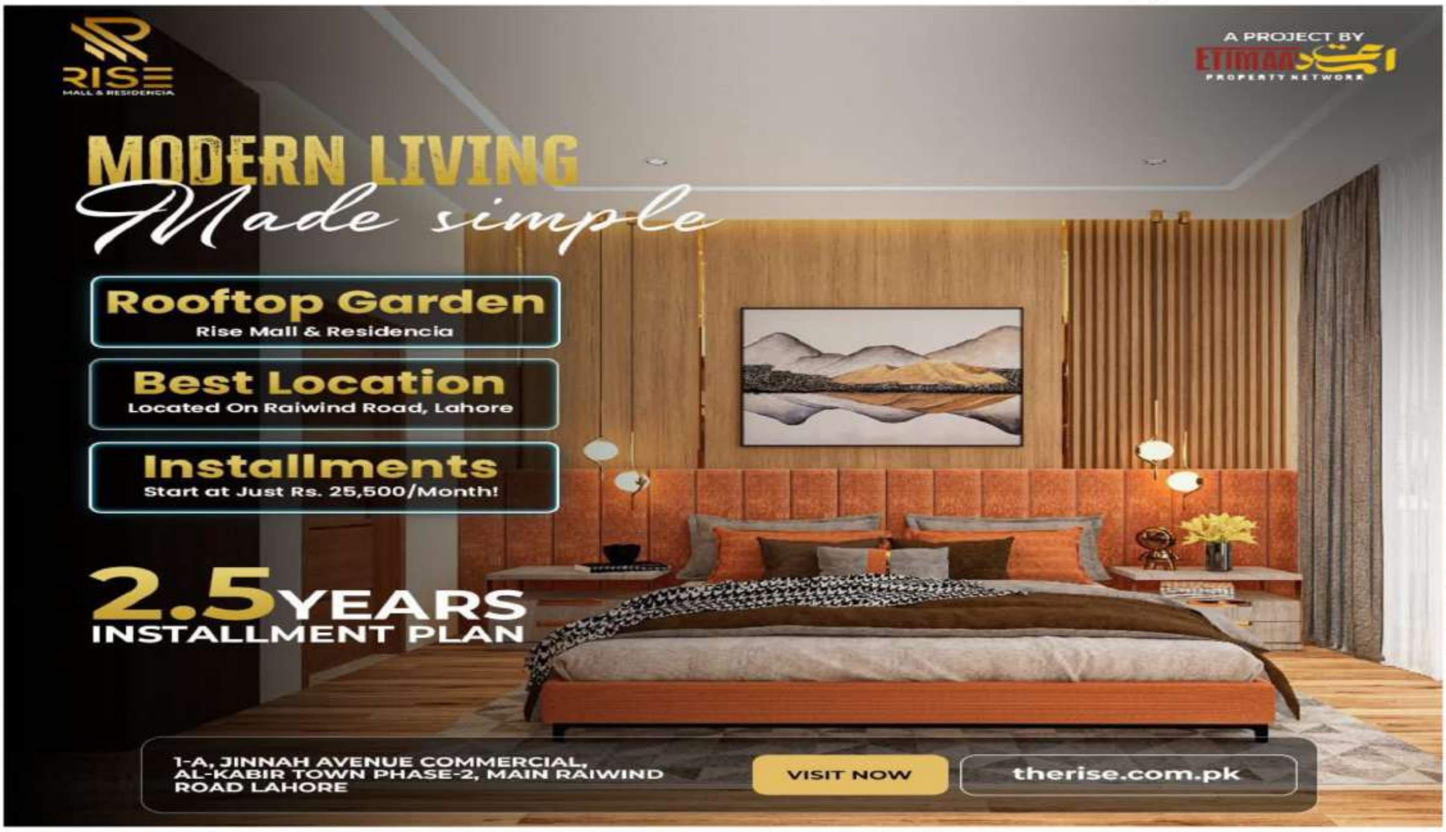

ISSN # : 3080-9746

ISSN # : 3080-9746

اعتبار.....

"اگر انسان اعتبار کے قابل ہوتا تو خدا کو کیا ضرورت تھی دو فرشتے ساتھ بھیجنے کی۔"

یہ جملہ محض ایک سوال نہیں بلکہ انسانی فطرت کی ایک عمیق تفہیم ہے۔ انسان اشرف المخلوقات ضرور ہے مگر معصوم نہیں۔ اس کے اندر خیر و شر، روشنی اور تاریکی، ایثار اور خود غرضی، سچ اور مصلحت کی کشمکش ہمیشہ جاری رہتی ہے۔ شاید اسی لیے خالقِ کائنات نے اس کے دائیں اور بائیں دو فرشتے مقرر کیے جو اس کے اعمال کے گواہ ہیں۔

قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے:

ترجمہ: یعنی انسان جو بات بھی زبان سے نکالتا ہے اس پر ایک نگہبان مقرر ہے جو اسے محفوظ کر لیتا ہے۔

یہ نگرانی سزا کے خوف سے زیادہ انسان کی عظمت اور جوابدہی کا اعلان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اتنی اہم مخلوق بنایا کہ اس کے لفظ، اس کے ارادے اور اس کے اعمال تک کو محفوظ کرنے کا اہتمام فرمایا تاکہ روزِ حساب انصاف کا ترازو مکمل توازن کے ساتھ قائم ہو۔

مگر آج کا انسان اس حقیقت سے دور ہوتا جا رہا ہے۔ گھروں میں اعتماد کی جگہ بدگمانی نے لے لی ہے، رشتے مفادات کی بنیاد پر استوار ہو رہے ہیں، کاروبار تحریری معاہدوں کے محتاج ہیں اور معاشرے کو ایمانداری سے زیادہ نگرانی کے نظام پر یقین ہے۔ سی سی ٹی وی کیمرے، دستخط، مہریں اور گواہ اس حقیقت کا اعتراف ہیں کہ انسان کو انسان پر مکمل اعتبار نہیں رہا۔ سماج کی سب سے بڑی المیہ یہی ہے کہ کردار کمزور اور دعوے مضبوط ہو گئے ہیں۔ زبانیں سچ بولتی ہیں مگر نیتیں خاموش رہتی ہیں۔ وعدے کیے جاتے ہیں مگر نبھانے کی نوبت آئے تو مفاد راستہ بدل دیتا ہے۔

اسلام نے محض عبادات کا نہیں بلکہ اعتماد کا بھی درس دیا ہے۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نبوت سے پہلے ہی "صادق" اور "امین" کا لقب پایا۔ یہ وہ سرمایہ تھا جس نے مخالفین کو بھی آپ کی امانت و دیانت کا معترف بنا دیا۔

ایک معاشرہ اس وقت مضبوط ہوتا ہے جب وہاں قانون سے پہلے کردار اور خوف سے پہلے ضمیر زندہ ہو۔

دو فرشتوں کی موجودگی دراصل انسان کو یہ پیغام دیتی ہے کہ تم تنہا نہیں ہو۔ تمہارا ہر لفظ وقت کی دیوار پر نقش ہو رہا ہے اور تمہارا ہر عمل ابدیت کے دفتر میں محفوظ کیا جا رہا ہے۔

اس لیے اصل سوال یہ نہیں کہ انسان قابلِ اعتبار ہے یا نہیں، بلکہ سوال یہ ہے کہ ہم اپنے رب کے سامنے پیش ہونے سے پہلے اپنے کردار کو کتنا معتبر بنا سکے ہیں۔

کیونکہ دُنیا میں اعتبار کھو جائے تو رشتے ٹوٹ جاتے ہیں، اور اگر آخرت میں اعتبار کھو جائے تو انسان خود اپنے آپ سے بچھڑ جاتا ہے۔

امن کا پیغام

جہاں رہتے تھے ہندو اور مسلم ساتھ مل جل کر
خدا کے واسطے ہم کو وہ ہندوستان لوٹا دو
وہی چوپال وہ پیپل وہی میدان لوٹا دو
جہاں گیتا بھی پڑھتے تھے جہاں قرآن کھلتا تھا
جہاں انسان ہی انسان کے غم کی دوائی تھا
محبت سے بھرا تھا جو وہی ارمان لوٹا دو
خدا کے واسطے ہم کو وہ ہندوستان لوٹا دو
وہ بستی جس کی بولی تھی فقط اک پیار کی بولی
جہاں لہجے بھی میٹھے تھے زبانوں میں محبت تھی
جہاں بچوں کے لب پر پیار کا ہی گیت ہوتا تھا
جہاں ہر آنکھ میں کچھ خواب ہوتے تھے سہانے سے
وہی معصوم و سادہ سا ہمیں دالان لوٹا دو
خدا کے واسطے ہم کو وہ ہندوستان لوٹا دو
ہرے تقسیم کے ہیں غم یہاں دونوں طرف لوگو
کوئی لاہور میں ڈھونڈے ہے اپنا بچپنا یارو
کوئی ہے غمزدہ ماضی کی امرتسر کی یادوں میں
اگر ممکن نہیں کچھ اور تو اتنا ہی بس کر لو
دلوں کے بیچ نفرت کی کھڑی دیوار گر جائے
بھلا کر ذات کے جھگڑے ذرا انسان بن جائیں
کہیں جو کھو گیا ہے وہ ذرا انسان لوٹا دو
خدا کے واسطے ہم کو وہ ہندوستان لوٹا دو
سحر کے ہے لبوں پر بس دعا شام و سحر یہ ہی
بڑی انسان کی تھی شان بس وہ شان لوٹا دو
خدا کے واسطے ہم کو وہ ہندوستان لوٹا دو

رخسانہ سحر

AL MAALIK ART GROUP
LAHORE - PAKISTAN
+92-311-149-1458
www.almaalikartgroup.com
ADEEL AHMAD KHAN
CEO
BUSINESS CARD
POSTER
TEA MUG
WEDDING CARDS
GOODIE BAGS
FAVOR BOX
CAPS
STICKERS
FILE FOLDER
FLEX STANDEE
BROCHURS
CERTIFICATES
ENVELOPES
FLYERS
PVC CARDS
TISSUE BOX
BOOKS & COPIES
PEN
PRICE TAG
KEY CHAIN

ISSN # : 3080-9746

علمی وتہذیبی ورثہ کا تحفظ ہماری قومی ذمہ داری ہے

ڈاکٹر انوار بگوی کی کتاب بھیرہ تاریخ وتمدن کی تعارفی تقریب بھیرہ کی تاریخ قبل مسیح سے تعلق رکھتی ہے۔

بھیرہ خاندان بگوی، حکیم شاہ محمد، جسٹس پیر کرم شاہ، مولانا گلزار احمد مظاہری کے باعث علم وعرفان کی گزرگاہ بن چکا ہے

رپورٹ: رفعت نسیم

اقوام عالم کی ترقی کا انحصار اپنی تاریخ اور ماضی کی روایات میں مضمر ہے جس کے مطالعہ سے عہد موجودہ کی منصوبہ بندی کو پیش نظر رکھتی اور ائندہ یعنی مستقبل کا لائحہ عمل کرتی ہیں مگر جو قوم اپنی ماضی کو نظرانداز کردے اور اس سے انحراف کرئے وہ تاریخ کے صفحات سے محو ہو جاتی ہے اوران کا جغرافیہ بدل جاتا ہے تاریخ اور تحقیق سے ہم اہنگ ہوکر اگے بڑھا جاسکتا ہے اس طرح سوچ کے انداز بدلتے ہیں اور ترقی کے ساتھ زمانہ میں سرفراز ہوا جاتا ہے ان خیالات کا اظہار معروف دانشور اور مصنف صاحب زادہ ڈاکٹر انوار احمد بگوی کی ن ءتصنیف بھیرہ ۔۔تاریخ و تمدن کی تعارفی تقریب جو ممتاز صحافی مجیب الرحمٰن شامی کی صدارت میں مولانا ظفر علی فاونڈیشن کے آڈیٹوریم میں ہوء سے خطاب کرتے ہوئے اوریا مقبول جان، ڈاکٹر فرید احمد پراچہ، حکیم راحت نسیم سوہدروی، ڈاکٹر انجم رحمانی، ڈاکٹر حسین احمد پراچہ، صاحب زادہ ابوبکر بگوی، منشا قاضی اور حکیم بشیر بھیروی نے خطاب کرتے ہوئے کیا اور کہا کہ بھیرہ میں عظمتوں کے جو خزینے دفن ہیں ان کی تلاش اور جستجو ایک مشکل کام ہے لکین اگر مشکل کو ناممکن بنالیا جائے تو تاریخ کیسے مرتب ہوگی جب زمانے کے نئے حالات اور خیالات میں تغیر ہوتو اور دماغوں میں پرانی روایات کے خلاف بغاوت ہوتو ایسے حالات میں پرانی تاریخ کی شمع جلانا کیسا عجب لگتا ہے لائق صد امتنان ہیں انوار بگوی جہنوں نے اپنے آبائی شہر کی تاریخ کے احیا کا بیڑا اٹھایا ہے۔

مولانا ظفر علی خان فاؤنڈیشن میں ڈاکٹر صاحبزادہ انوار احمد بگوی کی نئی تصنیف "بھیرہ تاریخ وتمدن" کی تقریب رونمائی۔ حکیم راحت نسیم سوہدروی، مجیب الرحمٰن شامی، اوریا مقبول جان، ڈاکٹر فرید احمد پراچہ، ڈاکٹر حسین احمد پراچہ، ڈاکٹر شفیق جالندھری، حکیم بشیر بھیروی، منشاء قاضی اور صاحبزادہ ابوبکر بگوی کی شرکت

ڈاکٹر بگوی صاحب جیسی نابغہء روزگار شخصیت کے نام اور کام سے تو ایک زمانہ واقف ھے۔ ان کا شمار ان لوگوں میں ھوتا ھے جن کی مذہبی، ادبی، طبی و فلاحی

ISSN # : 3080-9746

خدمات کو کبھی فراموش نھیں کیا جا طب ان کا پیشہ ہے مگر انہوں نے قلم وقرطاس سے تعلق قائم رکھا تذکار بگویہ پانچ جلدوں میں مرتب کیا سفر نامہ ایران لکھا اور ک ء تصانیف لکھیں۔

اب "بھیرہ تاریخ وتمدن" ڈاکٹر بگوی کا نمایاں ترین شاہکار ہے جسے پایہء تکمیل تک پہنچانے میں انھوں نے ک ء سالوں منحت کی اور تاریخ بھیرہ قلمبند کرتے وقت تمام متعبر مآخذ ڈاکٹر صاحب کے پیش نظر رہے اور انھوں نے قابل رسائی کتب کے مطالعے و دیدہ اور عرق ریزی کے بعد بھیرہ کی صدیوں پر محیط تاریخ کا تجزیہ کو مرتب کر دیا ہیکہ تحقیق کے تقاضے مجروح نہ ہوئے اور حقائق و واقعات کا تسلسل بھی برقرار ہے۔ڈاکٹر صاحب نے بھیرہ 438 اہم شخصیات اور قابل ذکر افراد کی خدمات اختصار سے لکھ کر، کر دیا ہے۔

بھیروی ایک مخصوص معاشرتی اور تہذیبی مزاج کا نام ہے اور اس کی جیتی جاگتی علامت ھے جو پردوں میں جا چھپتی ھے لیکن فنا ھوتی نہیں۔اس کی وجہ یہ ھے کہ تغیر اور انقلاب کے ھر دور میں چند ہستیاں ایسی بھی ہوتی ھیں جو اسے مٹنے سے بچایے رکھتی ہے۔

ڈاکٹر بگوی نے ک ء سالہا سال کی عرق ریزی وتحقیق کے بعد "بھیرہ، تاریخ وتمدن، جو قابل فخر پیشکش ھے، جس میں انھوں نے علاقے کی اصل رھائش پذیر اقوام پر تحقیق کر کے صدیوں پہلے کے واقعات کو اجاگر کیا ھے۔اس کتاب میں بھیرے کی قدیم اقوام، ان کے رسوم ورواج ،شعر وادب، صحافت وثقافت و دیگر معلومات خوش اسلوبی سے قلم بند کر دی گئی ھیں، جنھیں بنظر غائر دیکھا جائے تو بہت سی وہ باتیں سامنے آتی ہیں جو ڈسٹرکٹ گزیٹرز میں نھیں ملتیں۔اس کتاب میں ملتی ہیں۔ سچ یہ ہے یہ کتاب بھیرے کا انسائیکلوپیڈیا ہے۔اس کے صفحات 203 تا 232 میں بھیرے کی اھم شخصیات اور قابل ذکر افراد کا ذکر جن میں دل چسپ بات یہ ھے کہ ھن مظالم سے تنگ آکر بھیرے کی ایک بہادر خاتون پدما نے مالوہ کے راجہ کے ساتھ مل کر توریان کے بیٹے مہرگل پر حملہ کر کے اسے کشمیر بھاگنے پر مجبور کر دیا۔تاریخ میں غالبًا انڈیا کی یہ پہلی حکمران خاتون تھی۔ممتاز ھیروئین نیلو کی ولادت بھیرے میں ھوئی تھی۔ملک فیروز خان نون گورنمنٹ ہائی سکول بھیرہ کے اولڈ سٹوڈنٹ تھے جو پاکستان کے ساتویں وزیر اعظم بنے اور ان کے دور میں ان کی بیگم کی کوششوں سے گوادر، شاہ اومان سے خریدا ابوبکر بگوی نے بھیرہ کے پہلے منی میوزیم کے بانی اور بھیروی ثقافت کے نقیب ھیں۔

اس معلوماتی گراں قدر کتاب میں بھیرہ قدیم، بھیرہ جدید اور موجودہ بھیرہ۔اس میں خطے کی تاریخ کے علاوہ لوگوں کی بودو باش، رسم و رواج، مقامی سوغاتیں، پھل،

سبزیاں، پودے، چرند، پرند، قدیم آثار، شاندار عمارات، تعلیمی ادارے، المختصر بھیرہ کی مکمل جانکاری کی معلومات، درج ہیں۔اچھی بات اس میں یہ ھے کہ کتاب تاریخ بھیرہ کے حوالے سے ھر لائبیر یری میں موجود ھونی چاہیے تاکہ زیادہ سے زیادہ طالبان علم اس سے مستفید و مستفیض ھوسکیں۔حکیم راحت نسیم سوہدروی نے کہا کہ بھیرہ دریائے جہلم کے اوپر آباد ہے اور بڑے بڑے حکمرانوں کی گزرگاہ رہا اور اب خاندان بگوی، حکیم شاہ محمد، جسٹس پیر کرم شاہ اور مولانا گلزار احمد مظاہری کے علم وعرفان کیج گزرگاہ ہے سیاست میں پراچہ خاندان بھی اس تاریخ کا اہم باب ہیں۔مقررین نے بھیرہ کو ٹورسٹ سٹی اور قدیم عمارات کی خفاظت کے لئے حکومت سے مطالبہ کیا جبکہ آخر میں صاحب زادہ ڈاکٹر انوار احمد بگوی نے مقررین اور مہانوں کا شکریہ ادا کیا اور محبت بھرے جذبات اور کلمات وکتاب کی تحسین پر اظہار تشکر ادا کیا۔

ISSN # : 3080-9746

سابق ڈائریکٹر بزمِ اقبال
ڈاکٹر تحسین فراقی کے اعزاز میں الوداعی تقریب: روداد

رپورٹ: اصغر علی کھوکھر

ایڈیشنل سیکرٹری محکمہ اطلاعات وثقافت پنجاب جناب اویس رضا ملک جوان دنوں ڈائریکٹر بزم اقبال کے طور پر خدمات انجام دے رہے ہیں نے سابق ڈائریکٹر بزم اقبال ڈاکٹر تحسین فراقی کے اعزاز میں منعقدہ الوداعی تقریب سے خطاب میں کہا کہ مجھے بزم اقبال سے بطور ڈائریکٹر ڈاکٹر تحسین فراقی صاحب کی سبکدوشی سے ادارے کو ہونے والے نقصان کا بخوبی اندازہ ہے ۔ میں مصور پاکستان حضرت علامہ اقبال کے نام پر قائم اس ادارے کے لیے ڈاکٹر صاحب کی علمی وادبی خدمات کا معترف ہوں جو بزم اقبال کی تاریخ میں ایک سنہری باب کی حیثیت رکھتی ہیں ۔ ڈاکٹر صاحب کی شخصیت سے میں تب سے متعارف ہوں جب والدہ محترمہ سے ان کا نام سنا۔ہم نے ڈاکٹر صاحب

کی مدت ملازمت ختم ہونے کے باوجود بھی ایک ماہ تک ان کی خدمات اس لئے حاصل کئے رکھیں تا کہ بزم کی جو کتابیں تا حال پائپ لائین میں ہیں ان کی اشاعت یقینی بنائی جا سکے ۔ اس میں کوئی دو آرا نہیں کہ ادارہ بزم اقبال کی علمی، ادبی اور تاریخی حیثیت واہمیت مسلمہ ہے ۔ درپیش صورت حال میں بھی انشاللہ بزم اقبال کا نام ختم نہیں ہونے دیا جائے گا۔ ڈاکٹر صاحب کے دور میں بزم اقبال کے سالانہ بجٹ میں خاطر خواہ اضافہ ہوا۔ مستقبل میں بھی انشاء اللہ بزم اقبال کی کارکردگی میں مزید بہتری آئے گی اور یہ ادارہ ترقی کی مزید منازل طے کرے گا۔

ایڈیشنل سیکرٹری لائیو سٹاک جناب محمد زبیر نے کہا کہ ڈاکٹر تحسین فراقی صاحب کے اعزاز میں منعقدہ تقریب سے خطاب میرے لیے کسی اعزاز سے کم نہیں ۔ ڈاکٹر صاحب کی علمی وادبی خدمات ، ان کی فہم وفراست اور تدبرو تفکر ادبی حلقوں سے ڈھکا چھپا نہیں ۔آپ نے فروغ علم کو پیشہ نہیں بنایا ، عبادت سمجھ کر دوسروں کو علم کی روشنی سے سیراب کرنے میں زندگی بسر کردی ۔ ڈاکٹر صاحب کا کہنا ہے کہ کتاب ہمیشہ مصنف سے بڑی ہوتی ہے ۔آپ نے گفتگو کے دوران کبھی شور نہیں کیا ، ہمیشہ اپنی شخصیت اور وقار کوملحوظ خاطر رکھا۔ عصر حاضر میں ڈاکٹر صاحب کا شمار بلند پایۂ اقبال شناسوں میں ہوتا ہے۔

آپ علم و ادب میں تعریف اور تنقید ہمیشہ دلائل کی روشنی میں کرتے ہیں ۔نرم دم گفتگو اور گرم دم جستجو اپ کی زندگی کا خاصا ہے ۔ ڈاکٹر صاحب گہرے مطالعہ کے عادی ہیں ۔آپ نے الفاظ ومعنی کی تفہیم وتشریح میں کبھی بغل سے کام نہیں لیا۔مغرب کی علمی انتہاؤں کا ہمیشہ دلائل سے مقابلہ

کیا۔ ڈاکٹر صاحب وزیر اعظم ایوارڈ سمیت بہت سے اعزازات اپنے نام کر چکے ہیں اور کئی تہذیبوں کے درمیان پل کا کردار ادا کرنے میں پیش پیش رہے ہیں ۔ فراقی صاحب نے ادبی خدمات کو کبھی شہرت کا ذریعہ نہیں بنایا۔کر کام خلوص نیت اور سنجیدگی سے پایہ تکمیل تک پہنچایا۔

ڈی جی پبلک لائبریریز پنجاب جناب کاشف منظور نے کہا کہ علم و ادب میں ڈاکٹر تحسین فراقی کا نام تعارف کا محتاج نہیں ۔ آپ ایک معروف ادیب ، محقق مصنف ، نقاد ، شاعر ، مترجم ، محبت کرنے والے انسان اور شاگردوں سے شفقت سے پیش آنے والے معلم ہیں ۔ ڈاکٹر صاحب کی زندگی جہد مسلسل سے عبارت ہے۔آپ کی کتاب دوستی کو الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔بطور معلم اپ نے شاگردوں کی شکل میں جو اثاثہ چھوڑا ہے وہ ہمارا ایسا قیمتی سرمایہ ہے جو نئی نسل میں علم کی روشنی بانٹ رہا ہے ۔ ڈاکٹر صاحب قومی اور مادری زبانوں کے علاوہ عربی ، فارسی اور انگریزی میں لکھنے اور بولنے پر مکمل عبور رکھتے ہیں ۔ مختلف زبانوں میں آپ کی متعدد کتابیں منظر عام پر آ چکی ہیں۔ڈاکٹر صاحب نے 1970ء میں شاعری شروع کی اور 1992ء میں " نقش اول " کے عنوان سے آپ کی پہلی کتاب شائع ہوئی۔ ڈاکٹر صاحب نے رومی ، بیدل ، غالب ، اور اقبال ایسے مصنفین اور شعرا کو پڑھا اور ان کی علمی خدمات پر اپنے مخصوص انداز میں قلم بھی اٹھایا۔

ISSN # : 3080-9746

آپ کی تحریروں کے موضوعات منفرد نظر اتے ہیں ۔ ڈاکٹر صاحب تنقید برائے اصلاح پر یقین رکھتے ہیں ۔ آپ کی شاعری اور نثر کی کئی شہرہ آفاق کتابیں شائع ہو چکی ہیں ۔فراقی صاحب متعدد ممالک کے دورے بھی کر چکے ہیں ۔ فارسی پر عبور ہونے کے باعث آپ ایران میں شعبہ

تدریس سے منسلک رہے اور وہاں چار برس قیام کیا۔علم و ادب کے فروغ کے لیے مسلسل محنت شاقہ کے باوجود آپ کے متعدد ادبی منصوبے تا حال تشنہ تکمیل ہیں ۔ بزم اقبال کے لیے آپ کی خدمات طشت از بام ہیں ۔ بلاشبہ ڈاکٹر تحسین فراقی ایسی شخصیات علمی و ادبی مقام و مرتبہ کے اعتبار سے معاشرے کے ماتھے کا جھومر ہوتی ہیں۔

ڈاکٹر تحسین فراقی صاحب نے اپنے اعزاز میں منعقدہ تقریب سے اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ

میں جناب اویس رضا ملک ڈائریکٹر بزم اقبال کا شکر یہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے اس پر تقریب کا اہتمام کیا۔ جناب محمد زبیر، محترم کاشف منظور اور ڈاکٹر مظہر عباس کا بھی شکر یہ جنہوں نے بزم اقبال کے لئے میری علمی و ادبی خدمات کا بھر پور ذکر کیا ۔ان اصحاب باوقار کے علاوہ بھی یہاں منتخب شخصیات تشریف رکھتی ہیں ۔ میں اس موقع پر یہ کہنا ضروری سمجھتا ہوں کہ 1950ء میں اس وقت کے ایک درویش صفت گورنر سردار عبدالرب نشتر نے ایک اگیزیکٹو آرڈر کے تحت کلام اقبال کے فروغ کے لیے یہ ادارہ قائم کیا۔ ماضی میں علم و ادب سے وابستہ بڑی بڑی قد آور شخصیات بزم اقبال سے وابستہ رہیں جنہوں نے نے اپنے اپنے انداز میں بزم اقبال کی ترقی کے لیے حق المقدور کام کیا۔ میں نے بھی تین سال میں تیس کے قریب نئی اور پرانی کتابوں کی اشاعت یقینی بنائی یقینی بنائی ۔ ان تین برسوں میں بزم اقبال کے بجٹ میں قابل ذکر حد تک اضافہ ہوا ۔ اسی دوران بزم اقبال میں ایک لائبریری کا قیام بھی عمل میں لایا گیا۔مزید بھی جو کچھ بن پڑا کیا۔

خیال تھا کہ مزید کنٹیکٹ نہ ملنے کے باوجود بھی میں اس ادارے کی خدمت کرتا رہوں گا اس ضمن میں مجھے جناب اویس رضا ملک صاحب کی معاونت بھی حاصل رہی لیکن بوجوہ مجھے یہ ارادہ ترک کرنا پڑا۔اداروں کے چلانے کے لیے حکومت کے اپنے فیصلے ہوتے ہیں جس پر عمل درامد بھی کرایا جاتا ہے تاہم میں موقع کی مناسبت سے یہ ضرور کہوں گا کہ شاعر مشرق علامہ اقبال کے نام سے منسوب اس قومی ادارے کی ضرورت و اہمیت کے پیش نظر اسے اسی حثیت میں قائم رکھا جائے اس لیے کہ اقبال ایک افاقی شاعر اور حکیم الامت ہیں ۔ اس حوالے سے دیگر اشاعتی اداروں کی نسبت بزم اقبال کی حثیت منفرد ہے ۔میرے نزدیک اس وقت بزم اقبال ہی ایک ایسا ادارہ ہے جو اقبال کے نظریات کے فروغ کے لیے بھر پور انداز کام کر رہا ہے۔ ارباب اختیار استدعا ہے کہ بزم اقبال کی آزادانہ حثیت کو برقرار رکھیں۔

صدر محفل ڈائریکٹر ثقافت اسلامیہ ڈاکٹر مظہر عباس نے کہا کہ ڈاکٹر تحسین فراقی کے علمی و ادبی قد کاٹھ کے احاطہ کے لیے الفاظ کا انتخاب کرنا پڑتا ہے۔

ڈاکٹر صاحب سے میرے تعلقات دہائیوں پر محیط ہیں ۔ڈاکٹر صاحب سے میری دوستی منظور پراچہ کے زمانے سے ہے ۔ان سے ملنا جلنا جناب جعفر بلوچ کے توسط سے ہوا۔ ڈاکٹر صاحب بحثیت شاعر، مصنف، مترجم اور نقاد اپنی خاص پہچان رکھتے ہیں ۔ بزم اقبال کے لیے آپ کی خدمات قابل تقلید و تحسین ہیں ۔اس موقع پر ڈاکٹر مظہر عباس نے ادارہ ثقافت اسلامیہ کی کتابوں کے سیٹ اعزازی طور پر جناب اویس رضا ملک، ڈاکٹر تحسین فراقی، جناب محمد زبیر اور جناب کاشف منظور کو پیش کئے ۔

پروگرام کی میزبانی کے فرائض محترم ڈاکٹر خضر یاسین صاحب نے انجام دیے جبکہ تقریب کے آغاز میں تلاوت قرآن مجید کی سعادت بھی انہی کے حصّے میں آئی ۔

ISSN # : 3080-9746

سفارتخانہ کا کویت میں پہلے پاکستان فروٹ ویک کا شاندار افتتاح

دوست ممالک کے سفیروں، سفارت کاروں، کویتی حکام اور کمیونٹی کی سرکردہ شخصیات کی شرکت

کویت (پریس ریلیز) کویت میں سفارتخانہ پاکستان نے 25 جولائی بروز ہفتہ کو مونو پرکس العاصمہ مول میں کویت میں پہلے پاکستان فروٹ ویک کا افتتاح کر کے ایک نئی تاریخ رقم کی جو کویت کی تاریخ میں پاکستان کی اعلی معیار کی زرعی پیداوار کو فروغ دینے کے سلسلہ میں ایک اہم سنگ میل ہے۔ افتتاح عزت مآب سفیر پاکستان ڈاکٹر ظفر اقبال نے دوست ممالک کے سفیروں سفارت کاروں اور کمیونٹی کی معروف شخصیات کی موجودگی میں کیا۔

افتتاحی تقریب میں دوست ممالک کے سفیروں، سفارتکاروں سینئر کویتی حکام کویتی معززین اور پاکستانی کمیونٹی کی سرکردہ کاروباری و سماجی شخصیات نے بھی شرکت کی۔ پاکستان فروٹ ویک 25 سے 31 جولائی تک جاری رہے گا۔ ایونٹ کا مقصد پاکستان کے مشہور پھلوں کی کویت میں نمائش کرنا ہے جن میں آموں کی اعلی اقسام موسمی چونسہ، نواب پوری چونسہ، رٹول، بیل والا چونسہ، لال بادشاہ اور رٹہ چونسہ کے علاوہ پاکستانی جامن، آلوچہ، چیکو اور آڑو شامل تھے، تقریب سے خطاب کرتے ہوئے عزت مآب سفیر پاکستان ڈاکٹر ظفر اقبال نے پاکستان کے اعلی معیار کے پھلوں کو دنیا بھر کے معیاری پھلوں میں سے بہترین ہونے کے حوالہ سے اظہار خیال کیا اور پاکستان اور کویت کے درمیان زرعی تجارت کو فروغ دینے کے امکانات پر روشنی ڈالی۔ انہوں نے کہا کہ کویت میں پاکستان کا پہلا فروٹ ویک دونوں ممالک کے درمیان فروغ پانے والی اقتصادی شراکت داری اور دیرینہ دوستی کا عکاس ہے جبکہ یہ کویتی صارفین کو پاکستان کی پیداوار کے معیار، تازگی اور غیر معمولی ذائقے سے متعارف کرانے کیلئے ایک قیمتی پلیٹ فارم بھی مہیا کرتا ہے۔ عزت مآب سفیر پاکستان نے مونو پرکس کویت، پاکستانی برآمد کنندگان اور تمام شراکت داروں کا شکریہ ادا کیا جن کے تعاون سے اس ایونٹ کا انعقاد ممکن ہوا۔ انہوں نے کویت بھر کے صارفین کو دعوت دی کہ پورے ہفتہ میں پاکستانی فروٹ پویلین کا دورہ کریں اور پاکستان کی زرعی مصنوعات کے تنوع اور عمدگی کا تجربہ کریں، اس تقریب کے دوران عزت مآب سفیر پاکستان ڈاکٹر ظفر اقبال نے فیفا ورلڈ کپ 2030 کے میزبان کے طور پر مراکش کے کردار کی تعریف کرتے ہوئے کویت میں مراکش کے سفیر کو پاکستانی فروٹ ویک کے انعقاد میں قیمتی شراکت داری پر خراج تحسین پیش کیا اور پاکستان میں تیار کردہ یادگاری فیفا ٹریونڈا فٹ بال پیش کیا۔ مونو پرکس کویت کو بھی خراج تحسین پیش کرنے کیلئے یادگاری فیفا ٹریونڈا فٹبال پیش کیا گیا۔ افتتاحی تقریب کے بعد معزز مہمانوں نے پاکستان فروٹ پویلین کا دورہ کیا اور پاکستان کے اعلی معیار کے پھلوں کا ذائقہ چکھا اور مختلف پاکستانی کھانوں سے لطف اندوز ہوئے۔

www.barjastatv.com
ISSN # : 3080-9746

پیپلزپارٹی رہنما عتیق عدنان کی تیسری برسی

ہم تجھے بھولے نہیں: کمیونٹی رہنماؤں کا اظہار خیال

رپورٹ: محمد عمر

کویت میں عرصہ دراز تک کمیونٹی کی بلا امتیاز خدمت کرنے والے پیپلز کلب کویت کے سابق صدر عتیق عدنان کی تیسری برسی خاموشی سے گذر گئی، وہ سابق وزیراعظم محترمہ بے نظیر بھٹو کے قریب ترین ساتھیوں میں شمار ہوتے تھے اور محترمہ کی شہادت کے وقت چند گز کے فاصلے پر تھے۔ اللہ تعالٰی سے دعا ہے کہ عتیق عدنان کو جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور لواحقین کو یہ صدمہ برداشت کرنے کا حوصلہ نصیب فرمائے آمین۔ کمیونٹی کی ممتاز شخصیت پیر امجد حسین صدر انصاف ویلفیئر سوسائٹی کویت، پیپلز کلب کویت چیپٹر کے صدر اور عتیق عدنان کے بھائیوں کی طرح عزیز ساتھی چوہدری محمد اشرف انجم ،محمد عارف بٹ صدر پاکستان بزنس کونسل، ڈاکٹر جہانزیب عثمان صدر عوامی نیشنل سنٹر کویت جو عتیق عدنان کے قریبی دوستوں میں شمار ہوتے تھے،، عتیق عدنان کے ہمیشہ قریب رہنے والے سائیں نواز بانی پاکستان کلچرل سوسائٹی اور محمد یونس شاہد رہنما پیپلز کلب کویت نے کہا ہے کہ عتیق عدنان جیسی شخصیت کو بھلایا نہیں جا سکتا وہ آج بھی ہمارے دلوں میں بستے ہیں اللہ تعالٰی مرحوم کو جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور ان کے اہل خانہ کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین

کویت: یوم استحصال کشمیر کے موقعہ پر سفارتخانہ میں پروقار تقریب

کویتی اور پاکستانی کمیونٹی کی ممتاز شخصیات کی شرکت: نہتے کشمیریوں پر انڈین مظالم کی پرزور مذمت

کویت (محمد عمر) 5اگست 2019 کو انڈیا کے مقبوضہ جموں وکشمیر میں غیر قانونی ،غیر اخلاقی اور ظالمانہ اقدامات کی ساتویں برسی کے موقعہ پر کویت میں پاکستانی سفارتخانہ میں یوم استحصال کشمیر کے حوالہ سے ایک پروقار تقریب منعقد کی گئی جس میں کویتی عمائدین، پاکستانی اور کشمیری کمیونٹی کی ممتاز شخصیات نے شرکت کی۔ اس موقعہ پر ایک دستاویزی فلم پیش کی گئی جس میں مقبوضہ کشمیر میں نہتے کشمیریوں پر انڈین فورسز کے مظالم کی عکاسی کی گئی۔ تقریب کی صدارت عزت مآب سفیر پاکستان ڈاکٹر ظفر اقبال نے کی جبکہ سفارتخانہ کے کمیونٹی ویلفیئر اتاشی حمزہ توقیر نے کمپیئرنگ کے فرائض انتہائی احسن طریقہ سے انجام دیئے، انہوں نے ابتدائی کلمات میں کہا کہ یوم استحصال کشمیر منانے کا مقصد مقبوضہ کشمیر میں انڈین فورسز کے ظالمانہ اقدامات کی مذمت کرنا اور مقبوضہ کشمیر کے عوام کے ساتھ پاکستانی عوام کی غیر متزلزل یکجہتی کا اظہار کرنا ہے۔ انہوں نے کہا کہ مسئلہ کشمیر کا ایک ہی حل ہے کہ کشمیریوں کو اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کی متفقہ قراردادوں کے مطابق حق خودارادیت دیا جائے۔ کارروائی کا باقاعدہ آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا جس کی سعادت سفارتخانہ کے اسٹاف حافظ عامر سلمان نے حاصل کی۔ سفارتخانہ پاکستان کے فرسٹ سیکرٹری عابد اللہ نے صدر پاکستان آصف علی زرداری، وزیراعظم شہباز شریف اور وزیر خارجہ اسحاق ڈار کے پیغامات پڑھ کر سنائے، انہوں نے کشمیریوں پر انڈین فورسز کے مظالم اور 5، اگست 2019 کے اقدامات کی پرزور مذمت کی جس کے مطابق انڈیا میں کشمیر کی خصوصی حیثیت ختم کردی گئی تھی، انہوں نے پاکستانی حکومت کے عزم کا اعادہ کیا کہ کشمیری عوام کو اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کی متفقہ قراردادوں کے مطابق حق خودارادیت حاصل ہونے تک ان کی اخلاقی وسفارتی مدد جاری رکھے گا۔ آخر میں شرکاء کیلئے ریفریشمنٹ کا بھی اہتمام کیا گیا تھا۔

ISSN # : 3080-9746

حجاب کی جیت۔۔۔امینہ ایردوآن کا سفرِ عزت

تحریر: شبانہ ایاز

ذرا ایک منظر کا تصور کیجیے۔

سن 2004...استنبول میں نیٹو سربراہی اجلاس جاری ہے۔ دنیا کے طاقتور ترین ممالک کے سربراہ ایک ہی چھت تلے جمع ہیں، مگر میزبان ملک کے وزیراعظم رجب طیب ایردوآن کی اہلیہ امینہ ایردوآن اس تاریخی موقع پر موجود

وہی باحجاب امینہ ایردوآن عالمی رہنماؤں کی شریکِ حیات کا استقبال کر رہی تھیں،

اُنہوں نے نیٹو رہنماؤں کی شریکِ حیات کے لیے کی نمائندگی کر رہی تھیں۔

یہ صرف ایک خاتون کی کامیابی نہیں تھی بلکہ ایک طویل سماجی سفر، ایک نظریاتی تبدیلی اور اس سوچ کی علامت تھی

نہیں۔ ان کی غیر موجودگی کی وجہ نہ کوئی بیماری تھی، نہ کوئی سفارتی مصروفیت اور نہ ہی کوئی ذاتی مجبوری۔ وجہ صرف اتنی تھی کہ وہ ایک باحجاب خاتون تھیں۔

وقت گزرا... پورے بائیس برس بیت گئے

پھر جولائی 2026 میں تاریخ نے وہ منظر بھی دیکھا جس کا شاید دو دہائیاں پہلے تصور بھی مشکل تھا۔ اس بار نیٹو کا سربراہی اجلاس ترکیہ کے دارالحکومت انقرہ میں منعقد ہوا۔

Palace Cankaya میں خصوصی استقبالیہ اور ڈنر کی میزبانی کی۔ سب سے اہم بات، انہوں نے بچوں پر ٹیکنالوجی کے اثرات کے موضوع پر خواتینِ اول کی متوازی کانفرنس کی صدارت کی۔ دنیا بھر کی خاتونِ اول ان کے گرد بیٹھیں، ترک روایات سنیں اور خاندانی اقدار پر بات کی۔

امینہ ایردوآن ہر سرکاری تقریبات کی میزبان تھیں، بین الاقوامی میڈیا کی توجہ کا مرکز تھیں اور اعتماد و وقار کے ساتھ ترکیہ

جسے آج بہت سے ترک شہری ایک ہی جملے میں بیان کرتے ہیں۔۔۔

"یہ حجاب کی جیت تھی۔"

ترکیہ کی جدید تاریخ میں حجاب صرف لباس کا مسئلہ نہیں رہا بلکہ شناخت، مذہبی آزادی اور سماجی قبولیت کی بحث کا بھی حصہ رہا ہے۔ جمہوریہ ترکیہ کے قیام کے بعد ریاست نے خود کو سخت سیکولر اصولوں کے مطابق تشکیل دیا۔ اگرچہ عام شہریوں کے

ISSN # : 3080-9746

لیےحجاب پر ملک گیر پابندی نہیں تھی، لیکن کئی سرکاری اداروں، جامعات، عدالتوں اور سرکاری ملازمتوں میں باحجاب خواتین کو عملی رکاوٹوں اور پابندیوں کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ بہت سی طالبات کو یا تو حجاب اتارنا پڑتا یا تعلیم چھوڑنی پڑتی، جبکہ سرکاری ملازمت کے خواہش مند افراد کے لیے بھی یہ ایک مشکل مرحلہ تھا۔ سن 2002 میں جسٹس اینڈ ڈویلپمنٹ پارٹی (Parti AK) اقتدار میں آئی تو ترکیہ ایک نئے سیاسی دور میں داخل ہوا۔ رجب طیب ایردوآن نے معاشی استحکام، جمہوری اصلاحات اور عوامی نمائندگی کو اپنی ترجیحات بنایا، لیکن مذہبی آزادیوں سے متعلق تبدیلیاں فوری طور پر ممکن نہیں تھیں۔ اس وقت ریاستی اداروں میں برسوں سے قائم روایات اور حساس سیاسی ماحول موجود تھا، جس کے باعث کئی معاملات بتدریج آگے بڑھے۔

اسی پس منظر میں 2004 کا نیٹو سربراہی اجلاس منعقد ہوا۔ اس دور میں امینہ ایردوآن کا بعض سرکاری تقریبات میں شریک نہ ہونا بہت سے ترک شہریوں کے لیے اس دور کی ریاستی سوچ کی علامت بن گیا۔ اگرچہ وقت کے ساتھ اس واقعے کے مختلف پہلوؤں پر مختلف آراء سامنے آئیں، لیکن اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس زمانے میں باحجاب خواتین کو سرکاری سطح پر متعدد رکاوٹوں کا سامنا تھا۔

امینہ ایردوآن نے کبھی اس معاملے کو تلخ سیاسی بیانیہ نہیں بنایا۔ انہوں نے خاموشی، وقار اور صبر کے ساتھ اپنا سفر جاری رکھا۔ یہی خاموشی بعد میں ان کی شخصیت کی طاقت بن گئی۔

انہوں نے سماجی بہبود، خواتین کی فلاح، ماحولیات، یتیم بچوں، تعلیم اور انسانی ہمدردی کے منصوبوں پر توجہ مرکوز رکھی۔ ان کی شخصیت رفتہ رفتہ ترکیہ کی نرم قوت (PowerSoft) کی ایک اہم علامت بنتی گئی۔

گزشتہ دو دہائیوں میں ترکیہ میں نمایاں تبدیلیاں آئیں۔ مختلف قانونی اور انتظامی اصلاحات کے نتیجے میں سرکاری اداروں میں حجاب سے متعلق بہت سی پابندیاں ختم ہوئیں۔ آج باحجاب خواتین پارلیمنٹ، جامعات، عدلیہ، سفارت کاری، صحت، تعلیم، کاروبار اور دیگر شعبوں میں نمایاں کردار ادا کر رہی ہیں۔ یہ تبدیلی صرف قانون کی نہیں بلکہ

معاشرتی رویوں کی بھی عکاس ہے۔

اسی دوران ترکیہ نے دفاع، معیشت، سفارت کاری اور ٹیکنالوجی کے میدان میں بھی اپنی موجودگی مضبوط کی۔ مقامی دفاعی صنعت، ڈرون ٹیکنالوجی، فضائی دفاعی نظام اور جدید تحقیق نے ترکیہ کو عالمی سطح پر ایک اہم علاقائی طاقت کے طور پر نمایاں کیا۔ بین الاقوامی فورمز پر بھی ترکیہ کا کردار پہلے سے زیادہ فعال دکھائی دینے لگا۔ جولائی 2026 میں انقرہ میں منعقد ہونے والا نیٹو سربراہی اجلاس اسی تبدیلی کی ایک نمایاں جھلک تھا۔ دنیا بھر سے آنے والے رہنماؤں اور ان کی شریکِ حیات کا استقبال ایک ایسی باحجاب خاتون کر رہی تھیں، جنہیں دو دہائیاں پہلے ایسے ہی ماحول میں مختلف رکاوٹوں کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ امینہ ایردوآن نے خواتینِ اول کے خصوصی پروگراموں میں شرکت کی، سماجی موضوعات پر گفتگو کی اور ترکیہ کی میزبانی کو وقار کے ساتھ دنیا کے سامنے پیش کیا۔

یہ منظر اس لیے بھی اہم تھا کہ اس نے یہ پیغام دیا کہ جدید ریاست اور مذہبی شناخت ایک دوسرے کی مخالف نہیں ہوتیں۔ ایک خاتون اپنے عقیدے، لباس اور وقار کے ساتھ بھی عالمی سطح پر مؤثر کردار ادا کر سکتی ہے۔ شخصیت کی اصل طاقت اس کے کردار، علم، اعتماد اور خدمت میں ہوتی ہے، نہ کہ اس کے ظاہری انداز میں۔

یہ بھی حقیقت ہے کہ ترکیہ آج بھی مختلف سیاسی اور فکری آراء رکھنے والا ایک متحرک جمہوری معاشرہ ہے۔ سیکولرزم، مذہبی آزادی، خواتین کے حقوق اور ریاست کے کردار پر بحث آج بھی جاری رہتی ہے۔ لیکن ایک بات واضح ہے کہ آج باحجاب خواتین کے لیے مواقع ماضی کے مقابلے میں کہیں زیادہ وسیع ہیں، اور یہی تبدیلی ترکیہ کے سماجی ارتقا کی اہم علامت سمجھی جاتی ہے۔ اس پوری داستان کا سب سے خوبصورت پہلو یہ ہے کہ اس میں انتقام نہیں بلکہ صبر کی فتح نظر آتی ہے۔ امینہ ایردوآن نے اپنے ناقدین کے خلاف سخت زبان استعمال نہیں کی، بلکہ اپنے کردار اور خدمات سے یہ ثابت کیا کہ وقار ہمیشہ شور سے نہیں بلکہ خاموش استقامت سے حاصل ہوتا ہے۔

یہ کہانی پاکستان سمیت پوری مسلم دنیا کی خواتین کے لیے بھی ایک پیغام رکھتی ہے۔

ہماری بیٹیوں کو یہ احساس ہونا چاہیے کہ ان کی اصل طاقت ان کی تعلیم، کردار، خود اعتمادی اور اقدار میں ہے۔ اگر وہ حجاب اختیار کرتی ہیں تو وہ اسے احساسِ کمتری کے ساتھ نہیں بلکہ عزت اور اعتماد کے ساتھ اختیار کریں۔ اسی طرح ہر معاشرے کی ذمہ داری ہے کہ خواتین کو ان کی صلاحیت، کردار اور خدمات کی بنیاد پر پہچانے، نہ کہ صرف ان کے لباس کی بنیاد پر۔ بعض اوقات تاریخ ایک تصویر میں سمٹ آتی ہے۔ 2004 کی ایک تصویر میں ایک باحجاب خاتون سرکاری تقریب سے دور دکھائی دیتی ہے، جبکہ 2026 کی دوسری تصویر میں وہی خاتون دنیا کے طاقتور رہنماؤں کی میزبانی کر رہی ہے۔ ان دونوں تصویروں کے درمیان صرف بائیس سال نہیں بلکہ ایک پورا سماجی سفر، ایک سیاسی تبدیلی اور ایک قوم کی بدلتی ہوئی سوچ موجود ہے۔

شاید اسی لیے آج بہت سے ترک شہری کہتے ہیں کہ یہ صرف امینہ ایردوآن کی کامیابی نہیں، بلکہ حجاب کی عزت، خواتین کے وقار اور اپنی شناخت پر قائم رہنے کی جیت ہے۔

تاریخ کا سبق یہی ہے کہ حالات ہمیشہ ایک جیسے نہیں رہتے۔ اگر اصول، صبر اور اعتماد ساتھ ہوں تو وقت خود گواہی دیتا ہے کہ عزت کسی انسان سے چھینی نہیں جا سکتی، صرف کچھ عرصے کے لیے روکی جا سکتی ہے۔ اور جب وہ عزت واپس آتی ہے تو صرف ایک فرد نہیں، پوری قوم کا سر فخر سے بلند کر دیتی ہے۔

ISSN #: 3080-9746

ایک شاعر ایک تعارف

تحریر و تحقیق: علی حیدر شیخ

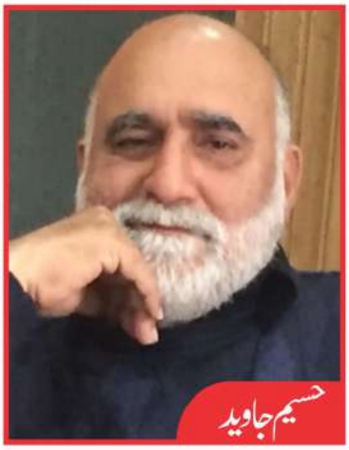

حسیم جاوید

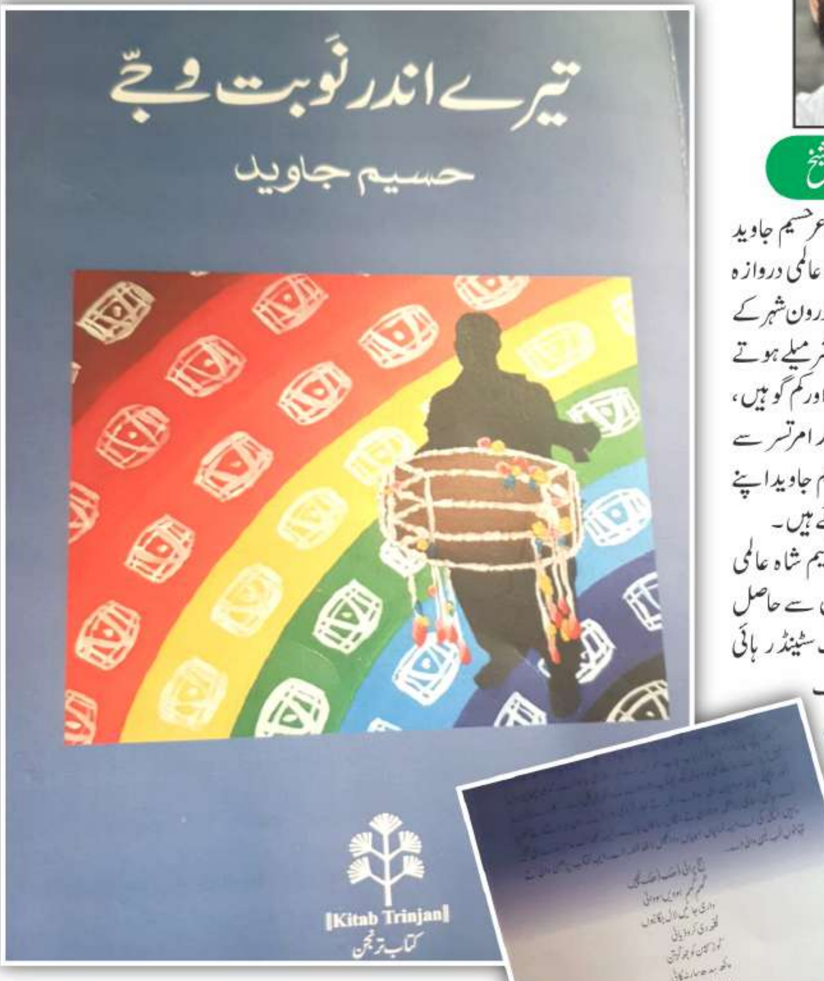

پنجابی زبان کے معروف شاعر حسیم جاوید مارچ 1962ء میں لاہور کے شاہ عالمی دروازہ اندرون لاہور کی پیدائش ہیں، اندرون شہر کے لوگ بڑے ملنسار اور طبیعت کے شرمیلے ہوتے ہیں، حسیم جاوید بھی انتہائی شرمیلے اور کم گو ہیں، ان کے والدین تقسیم ہند کے بعد امرتسر سے لاہور ہجرت کر کے آئے تھے، حسیم جاوید اپنے بہن بھائیوں میں سب سے چھوٹے ہیں۔

حسیم جاوید نے پرائمری تعلیم شاہ عالمی دروازہ کے مبارک ماڈل اسکول سے حاصل کی، اسی اسکول سے ملحقہ پاک سٹینڈر ہائی اسکول سے میٹرک پاس کی، ایف اے اور بی اے گورنمنٹ اسلامیہ کالج ریلوے روڈ لاہور سے پاس کیا، ایم اے انگلش میں ڈگری پنجاب یونیورسٹی لاہور سے حاصل کی 1987ء میں گورنمنٹ انٹر کالج علی پور چھٹہ میں پہلی تعیناتی بحیثیت لیکچرار ہوئی، 1989ء یعنی دو سال بعد لاہور تبادلہ ہوا، اور اپنے کالج جہاں سے بی اے کیا تھا، وہیں بطور لیکچرار تعینات ہوئے، 2022ء میں حسیم جاوید ریٹائرڈ ہوئے۔

حسیم جاوید جیسا کہ کم گو اور شرمیلے ہیں ریٹائرڈ ہونے کے بعد گوشہ نشین ہوئے تو فرسٹ ایئر کے اردو کے استاد اور چند دوستوں کی صحبت نے شعر و شاعری کی طرف راغب کیا، حسیم جاوید چونکہ بی اے انگریزی تھے لہٰذا انگریزی ادب کی طرف شغف ہوا، اس کے ساتھ ساتھ اردو شاعری پڑھتے اور دوستوں کو سناتے اسلامیہ کالج میں ملازمت کے دوران اپنے شعبہ کے چند دوستوں کے بے حد اصرار پر پنجابی شاعری کی محفلوں میں شرکت کی، جس سے دل میں اپنی ماں بولی نے پنجابی شاعری کرنے کی طرف مائل کیا۔

حسیم جاوید کی پنجابی شاعری کی جہد کا شاید ہی ان کے چند دوستوں کے علاوہ کسی کو علم ہو، لہٰذا انہوں نے اپنی شاعری کو مطبوع کرانے کا نہ کبھی سوچا اور نہ ہی کسی سے ذکر کیا، 2022ء میں دوستوں کے اصرار پر اپنی ریٹائرمنٹ کے ایام میں کتاب شائع کرنے کے لئے کتاب ترنجن کے زبیر صاحب کی زیر سرپرستی کتاب طباعت کا اہتمام ہوا اور بالآخر کتاب منظر عام پر آئی، کتاب کا ٹائٹل انتہائی پرکشش ان کی ایک نظم کے حوالے سے ہے ''تیرے اندر نوبت وجے'' اس عنوان سے سینئر کالم نگار غلام حیدر شیخ نے روزنامہ نوائے وقت میں کتاب پر تبصرہ لکھا تھا۔

کتاب ''رے اندر نوبت وجے کے انتساب میں انتہائی جذباتی اور ٹھیٹھ پنجابی میں لکھتے ہیں کہ'' ماں ہوراں دے ناں جیہناں میرے اندر ماں بولی دی جاگ لائی تے اپنے پُتراں رویل سویل لئی جیہناں ماں تے ماں بولی نال میرے موہ نوں منوں قبولیا''، حسیم جاوید نے اپنی ماں بولی کو کوئی دوسرا رنگ نہیں دیا اور نہ ہی اپنی مادری زبان کو آج کی نوجوان نسل کی طرح اپنے ہی گھر سے رخصت کیا، پنجابی کے پرانے شعراء وارث شاہ، شاہ حسین، بھلے شاہ سے بے حد متاثر ہوتے ہوئے پنجابی شاعری کی اپنی پہلی کتاب میں دور حاضر اور عہدِ رفتہ کے حالات کا موازنہ کرتے ہوتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

سائیاں! پیلو پکیاں پاپ دی جھولی
رُڑیان نیک کمایاں
سائیاں! سیدھے سنگ سلیٹی راضی
چاک نیں مُندراں پائیاں

سائیاں! آپو ماریاں گلوکڑیاں
گلھ دیاں بنیاں پھائیاں
سائیاں! سیج دے سفنے ویکھدیاں دیاں
ٹُٹ گیاں گڑمائیاں

پنجابی زبان کے لکھاری زبیر احمد کو ان کی تصانیف پر کینیڈا میں ''ڈاھاں انٹرنیشنل'' نے ایوارڈ سے نوازا تو حسیم جاوید لکھتے ہیں کہ

پکیاں نوں نہیں ویہل پگائی دیون دی
ہریان کول نہیں حق اجیہی وڈیائی دا
ہریاں دی تے ہر گئی ہر کھ نہیں بندا
ان پکیاں دی آس رچاوے راہس نویں
پکیا کوئی پکن پگائی دیوے کھاں

ملک کے ناگفتہ بہ حالات خاص کر سندھ اور کوئٹہ میں بم دھماکوں پر اپنی شاعری میں ذکر کرتے ہوئے لواحقین کو معاوضہ دینے پر'' اک خبر اک خیال'' کے عنوان سے تنقید یہ شاعری ان کے احساس کی ترجمانی کرتی ہے، اسی طرح '' اُچے بُرج لاہور دے '' کے عنوان سے جمہوریت میں پروٹوکول کی وجہ سے سڑکوں پر عوام کی تکالیف کو اجاگر کر کے ارباب اختیار کو اپنے قلم کی نوک پر رکھا۔

کتاب کے عنوان کی مناسبت سے '' چوک چوبرجی، ڈھولاں والیاں دے نال'' میں لکھتے ہیں کہ

جنج پرائی دُھگ دُھگ نچیں
گھم گھم ہوویں سودائی
واری جائیں لال بگانیوں
گلے دی کر وڈیائی
گوڑ سہپن کوجھ گُرتن
پُٹھ سدھ سار نہ کائی
اوپری مستی سکھنا ہاسا
روح دا لگ نہ کجے
رب کرے اوئے ڈھولیا
تیرے اندر نوبت وجے

ISSN # : 3080-9746

صحت مند عمل استحالہ (میٹابولزم) کے فوائد

حکیم حارث نسیم سوہدروی

جسم انسانی قدرت کی خودکار شاہکار مشین ہے اس مشین کی کارکردگی کو درست اور صحت مند رکھنے کے لئے جسم انسانی کے مختلف اعضا اور غدود (گلینڈز) توازن سے اپنا اپنا فعل سرانجام دیتے ہیں جب ان کے افعال میں کسی سبب عدم توازن پیدا ہوتا ہے تو کارکردگی متاثر ہو کر جسم انسانی امراض کا شکار ہوجاتا ہے۔ جسم انسانی کو صحت مند وتوانا رکھنے کے لئے قدرتی طور پر عمل استحالہ (میٹابولزم) کام کرتا ہے جو ہماری استعمال کردہ غذا کو جذب کر کے جسم کا حصہ بناتا ہے یعنی حیات میں تبدیل کرتا ہے یہ ایک قدرتی خودکار کیمیاء عمل ہے جس میں خلیات غذا کو توانائی میں بدلتے ہیں جدید میڈیکل سائنس کے مطابق عمل استحالہ (میٹابولزم) سے مراد وہ کیمیاء عمل ہے جن میں ہمارا جسم غذا حاصل کرتا ہے اور اس سے حاصل کیلوریز کو جسم کی طاقت کے طور پر استعمال کرتا ہے اس طرح کسی غدود سے پیدا ہونے والے ہارمون کی کمی یا زیادتی امراض کا سبب بنتی ہے یا ہم اس طرح کہہ سکتے ہیں کہ عمل استحالہ (میٹابولزم) جسم کے خلیوں میں ہونے والا ایک قدرتی ردعمل ہے جو غذا کو توانائی میں تبدیل کرتا ہے اس طرح جسم میں موجود پروٹین میٹا بولزم کے ردعمل کے نظام کو کنٹرول کرتے ہیں۔

اس توانائی اور طاقت سے جسم میں سانس لینے ، خون کی روانی ، غذا کے ہضم ، خلیوں کی نشوونما ، مرمت اور ہارمونز کے توازن کو برقرار رکھنے کے لئے استعمال ہوتی ہے یہی توانائی ہمارے جسم کو متحرک اور فعال رکھتی ہے ہمارا جسم استعمال شدہ حراروں کو جلا کر توانائی میں تبدیل کرتا ہے اور اس طرح یہ توانائی جسم کو فعال اور متحرک رکھتا ہے۔

جسم انسانی میں جو ہارمونز پائے جاتے ہیں ان میں سب سے اہم تھائرائیڈ ہارمون ہے جس کا اہم اور بنیادی کام میٹابولزم کو کنٹرول کرنا ہے تھائرائیڈ ہارمونز دو طرح کے ہوتے ہیں جنہیں ٹی3 اور ٹی4 کہتے ہیں جن کا کام میٹابولزم کو کنٹرول کرنا ہے۔

یوں کہا جاسکتا ہے کہ اگر عمل استحالہ (میٹابولزم) درست ہوگا تو جسم کی کارکردگی بہتر ہوگی جس سے جسم کے دوسرے نظاموں پر خوشگوار اثر ہوگا اور جسم صحت مند وتوانا ہوگا عمل استحالہ (میٹا بولزم) درست ہوگا تو جسم سے فاسد مواد ، زہریلے مادے پسینہ اور پیشاب کے ذریعے صاف کرنے اور جسم سے اخراج میں مدد دیتے ہیں۔ خون کی روانی کے نظام کو بہتر بناتا ہے جس سے غذا کی ترسیل بہتر ہوتی اور آکسیجن کی بھی سپلائی موثر ہوتی ہے۔ انتوں سے فضلے کو خارج کرنے اور ٹاکسن کے اخراج میں مدد ملتی ہے عمل استحالہ کے نظام کے بہتر ہونے سے اعصابی نظام مضبوط ہوتا ہے اس طرح جسم انسانی خوش اور توانا ہوتا ہے اور عمل استحالہ درست نہ ہو تو جسم انسانی میں فرسودگی ، بے چینی ، اضمحلال اور غصہ والی صورت ہوتی ہے۔

عمل استحالہ کو درست ہونے سے جسم کا وزن کنٹرول ہوتا ہے یعنی بڑھتا نہیں ہے جلد صاف وشفاف ہوتی ہے اور قوت مدافعت میں اضافہ ہوتا ہے جس کی وجہ سے امکانی حد تک امراض سے بچا جاسکتا ہے اگر عمل استحالہ درست نہ ہو اور سست کام کرے تو جسم انسانی تھکن محسوس کرے گا اور دوسرے اعضا اور غدود (گلینڈز) کا نظام متاثر ہوگا۔

فعال کرتی ہے پروٹین سے میٹا بولک ریٹ میں 30، 15 فی صد اضافہ ہوتا ہے اس طرح میٹا بولزم بڑھ کر حراروں کو جلا دیتی ہیں جبکہ کاربوہائیڈریٹ والی غذاوں سے 10، 5 فی صد اور چکناء سے صرف تین فی صد اضافہ ہوتا ہے اس طرح پانی کا استعمال زیادہ کرنا مفید ہے پانی سے زندگی ہے اگر چہ پانی میں وٹامنز یا پروٹینز نہیں ہوتی مگر جسم کے لئے اور زندگی کے لئے بہت ضروری ہے پانی سے وزن بھی نہیں بڑھتا کیونکہ اس میں حرارے نہیں ہوتے وقتی طور پر عمل ادستحالہ (میٹا بولزم) کو فعال کردیتا ہے البتہ یہ بات پیش نظر رہے کہ ٹھنڈا پانی عمل استحالہ کو تیز کرتا ہے کھانے کے دوران پانی پینے کی بجائے کھانے سے ادھ گھنٹہ پہلے پینا مفید ہے روزانہ صبح وشام سیر یا ہلکی ورزش چربی جلاتی اور وزن کم کرتی اور میٹابولزم کو تیز کرتی ہے وزنی کام کرنا یا وزن اٹھانا بھی میٹا بولزم کو بڑھاتا ہے کام کے دوران کھڑے رہنا بھی میٹابولزم کو فعال کرتا ہے وزن نہیں بڑھتا اور قدرتی طور پر چربی جلتی ہے۔

سبز چائے میں حرارے بہت کم ہوتے ہیں اس کا استعمال

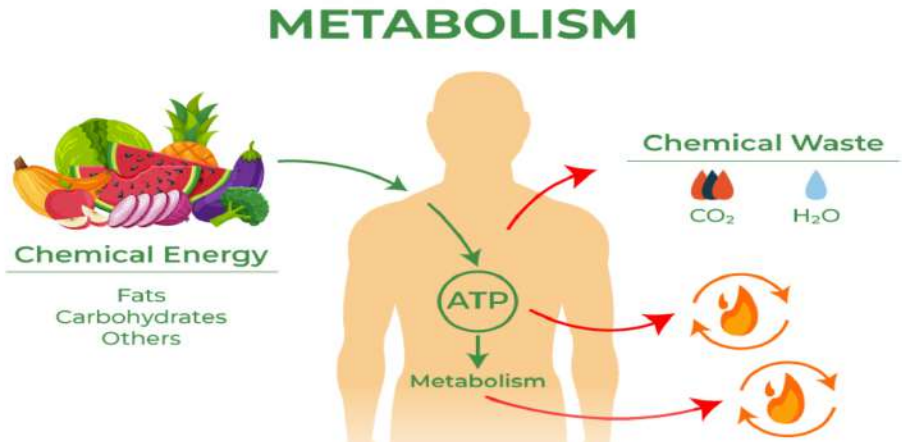

* عمل استحالہ (میٹابولزم) کو بہتر بنانے کے طریقے

عمل استحالہ کے نظام کو بہتر اور تیز کر کے ہم اپنے جسم کو توانا اور مضبوط بنا سکتے ہیں لیکن اس کے لئے اپ اپنے طرز زندگی میں تبدیلیوں کے لئے تیار ہوجائیں۔ گوشت ، انڈے ، پھل سبزیاں ، گندم ، جو ، پانی ، خشک میوہ جات ، دودھ کا استعمال اپنی غذا کا حصہ بنائیں یہ غذائیں جسم کے میٹا بولزم کے نظام کو درست اور مضبوط بناتی ہیں اس طرح جسم چاک وچوبند مظبوط اور توانا ہوتا ہے کیونکہ عمل استحالہ (میٹابولزم) اس غذا کو جسم کا حصہ بناتا ہے گوشت فولک ایسڈ کا جسم کے حصول کا ذریعہ بنتا ہے اس طرح جسم کی جلد بھی صاف وشفاف اور خوبصورت ہوجاتی ہے۔ پروٹین کو غذا کا حصہ بنائیں یہ عمل استحالہ کو بڑھاتی ہے اور بھی میٹابولزم کو تیز کرتا ہے اس طرح کالی مرچ میں موجود ایک جز بھی میٹابولزم کو تیز کرتا ہے اور حراروں کو جلاتی ہے مصالحہ دار کھانے بھی میٹا بولزم کو تیز کرنے میں موثر ہیں اچھی اور گہری نیند بھی میٹا بولزم کو تیز کرتی ہے نیند کی کمی میٹا بولک پر خوشگوار اثر مرتب نہیں کرتی اس طرح کافی کا استعمال بھی میٹابولزم میں گیارہ فی صد بڑھا دیتی ہے ناریل کا تیل کء غذاوں میں استعمال سے میٹابولزم میں اضافہ کا موجب بنتا ہے۔

اگر آپ صحت مند رہنا چاہتے ہیں تو عمل استحالہ (میٹابولزم) کو بہتر رکھیں اور اس طرح آپ امکانی حد تک کء امراض سے محفوظ رہ سکتے ہیں نیز قوت مدافعت میں اضافہ ہوگا جس کے صحت پر اچھے اثرات مرتب ہوں گے۔

ISSN # : 3080-9746

قرآن وحدیث کی روشنی میں شہید کا مقام

ڈاکٹر مفتی احمد رضا

حیاتِ انسانی ایک مختصر سی مسافت کا نام ہے جس کا آغاز فنا سے ہوتا ہے اور انجام عدم پر۔ لیکن اس فانی دنیا میں چند ایسے نفوسِ زکیہ بھی ہوتے ہیں جو موت کو گلے لگا کر حیاتِ جاوداں حاصل کر لیتے ہیں۔ اسلام کے نزدیک یہ اعلیٰ ترین مقام 'شہادت' کہلاتا ہے۔ شہادت محض خون کا بہہ جانا نہیں، بلکہ یہ ایک کائناتی سودا ہے، ایک ایسا وجودیاتی (Existential) انقلاب ہے جس میں انسان اپنی مٹی کے وجود کو مٹی میں ملا کر آسمانوں میں اپنا مقام محفوظ کر لیتا ہے۔ جب اس الہیاتی تصور کا اطلاق دفاعِ وطن پر ہوتا ہے، تو پھر سرحدوں کی حفاظت محض ایک عسکری فریضہ نہیں رہتی، بلکہ یہ عقیدے کی بقاء، تہذیب کی بقا اور ایک مقدس امانت کی حفاظت کا نام بن جاتی ہے۔

قرآنِ مجید نے شہداء کے مقام کو جس فلسفیانہ اور الہیاتی بلندی سے بیان کیا ہے، وہ انسانی ذہن کے عام تصورات سے ماوراء ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

ترجمہ: اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے ہیں، انہیں مردہ مت سمجھو، بلکہ وہ زندہ ہیں، اپنے رب کے پاس انہیں رزق دیا جا رہا ہے۔

حوالہ: القرآن الکریم، سورۃ آلِ عمران، آیت: 169

اس آیتِ کریمہ کا ظاہری اور باطنی تقاضا یہ ہے کہ ہم مادی دنیا کے پیمانوں کو الہیاتی حقائق پر لاگو نہ کریں۔ عام انسانی فہم کے مطابق موت، زندگی کا خاتمہ ہے، لیکن قرآن ایک نیا وجودیاتی تصور پیش کرتا ہے۔ شہید کی موت دراصل 'فنا' سے 'بقا' کی طرف سفر ہے۔ لفظ 'اَحْیَاءٌ' (زندہ ہیں) اس بات کا غماز ہے کہ شہید کا شعور، اس کی ذات اور اس کا وجود موت کے پردے کے پیچھے بھی فعال ہے۔ دفاعِ وطن کے تناظر میں یہ آیت اس بنیادی فلسفے کی عکاسی کرتی ہے کہ جب کوئی جوان سرحد پر اپنی جان نچھاور کرتا ہے، تو وہ مٹی میں نہیں ملتا بلکہ اس قوم کی روح کا حصہ بن کر ہمیشہ کے لیے زندہ ہو جاتا ہے۔ اس الہیاتی پسِ منظر کو جب ہم زمین کے حقائق اور سیرتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں دیکھتے ہیں، تو دفاعِ وطن اور جائیداد کی حفاظت کو بھی عین شہادت کا درجہ دیا گیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کا فرمانِ مبارک ہے:

ترجمہ: جس نے اپنے مال کے دفاع میں جان دی وہ شہید ہے، جس نے اپنے خون (جان) کی حفاظت میں جان دی وہ شہید ہے، جس نے اپنے دین کی حفاظت میں جان دی وہ شہید ہے، اور جس نے اپنے اہل وعیال کی حفاظت میں جان دی وہ شہید ہے۔

سنن أبي داود، كتاب الجاد، باب: ما جاء فيمن قتل دون مال، حدیث نمبر: 2525، ناشر: دار الرسال العالمي، بیروت، صفحہ: 451

اس حدیثِ مبارکہ میں نبی کریم ﷺ نے شہادت کے دائرے کو انتہائی وسیع کر دیا ہے۔ 'مال'، 'جان'، 'دین' اور 'اہل' کی حفاظت دراصل ایک ہی وجودیاتی اکائی (Entity) کے مختلف پہلو ہیں۔ جدید نیشن اسٹیٹ (Nation-State) کے تصور میں 'وطن' ان تمام چیزوں کا مجموعہ ہے۔ وطن وہ چھت ہے جس کے نیچے دین کی حفاظت ہوتی ہے، جہاں انسان کا مال محفوظ رہتا ہے، اور جہاں اس کا خاندان سکون سے سانس لیتا ہے۔ لہٰذا، جب افواجِ پاکستان کا ایک جوان مشرقی یا مغربی سرحدوں پر، یا دہشت گردی کے خلاف آپریشن میں اپنے اہل و وطن کے دفاع میں جامِ شہادت نوش کرتا ہے، تو وہ بیک وقت چاروں چیزوں (دین، جان، مال، اہل) کی حفاظت کر رہا ہوتا ہے۔

یہ حدیث اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ جدید دور میں ریاست کے دفاع کے لیے لڑنا اور مرنا، عین نبوی روایت اور کمالِ ایمان ہے۔

شہادت کا درجہ محض آخرت تک محدود نہیں، بلکہ دنیا میں بھی اس کی ایک الگ ہی ہیبت اور عظمت ہے۔

صحیح مسلم میں مروی ہے:

ترجمہ: شہید کے لیے اللہ کے ہاں چھ خصوصیات ہیں: پہلی بار خون بہنے پر اسے بخش دیا جاتا ہے، اسے جنت میں اس کا مقام دکھا دیا جاتا ہے، وہ عذابِ قبر سے محفوظ رہتا ہے، قیامت کے عظیم خوف سے اسے امن ملتا ہے، اسے ایمان کا لباس پہنایا جاتا ہے، اس کا نکاح حوروں سے کیا جاتا ہے، اور وہ اپنے ستر رشتہ داروں کی شفاعت کرتا ہے۔

حوالہ: صحیح مسلم، کتاب المارۃ، باب: فضل الشید، حدیث نمبر: 1878، ناشر: دار حیاء التراث العربی، بیروت، صفحہ: 1025

اس حدیث کا نفسیاتی اور روحانی تجزیہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ایک فوجی جوان موت کے اس خوف سے کیسے آزاد ہو جاتا ہے جو عام انسان کو لاحق ہوتا ہے۔ 'الفَزَع الأكبر' (قیامت کا عظیم خوف) سے امن، اور 'عذابِ قبر' سے نجات، دراصل اس ذہنی کیفیت کی عکاسی ہے جو ایک شہید کو میدانِ جنگ میں مسکراتے ہوئے موت کو گلے لگانے پر مجبور کرتی ہے۔ جب ایک سپاہی کو یقین ہو کہ اس کے خون کا پہلا قطرہ زمین پر گرتے ہی آسمانوں پر اس کی مغفرت کا فرمان صادر ہو چکا ہے، تو پھر اس کے لیے دشمن کی گولی یا برفانی طوفان (جیسے سیاچن میں) کیا حیثیت رکھتے ہیں؟ یہی وہ روحانی سرمایہ ہے جو افواجِ پاکستان کے جوانوں کو ناقابلِ تسخیر بناتا ہے۔

دفاعِ وطن کی اس دینی و روحانی اہمیت کو سمجھنے کے لیے ہمیں دنیا کے جغرافیائی اور سیاسی حقائق کا ایک بصری جائزہ بھی لینا ہوگا۔ آج دنیا میں کچھ ایسی ریاستیں ہیں جن کی کوئی باقاعدہ فوج نہیں، جیسے آئس لینڈ، کوسٹاریکا، یا پانامہ۔ سطحی نگاہ میں یہ 'پیسفزم' (Pacifism) یا امن پسندی کی مثال لگ سکتی ہے، لیکن حقیقت اس کے برعکس ہے۔ ان ممالک کو فوج کی ضرورت اس لیے نہیں ہے کیونکہ یا تو یہ جغرافیائی طور پر مکمل طور پر محفوظ ہیں (جیسے آئس لینڈ جو سمندروں کے بیچوں بیچ ہے)، یا یہ کسی عالمی سپر پاور (جیسے نیٹو یا امریکہ) کے دفاعی umbrella کے نیچے ہیں، یا ان کا کوئی نظریاتی یا علاقائی دشمن موجود نہیں ہے۔

لیکن پاکستان کا جغرافیہ ایسا نہیں ہے۔ پاکستان وہ واحد ملک ہے جو جنوبی ایشیا، وسطی ایشیا اور مشرقِ وسطیٰ کے سنگم پر واقع ہے۔ اس کے مشرق میں ایک ایسا ہمسایہ ہے جس کا وجود ہی پاکستان کی نفی پر مبنی ہے، اور اس کے مغرب میں ایک ایسا خطہ جو دہائیوں سے عدم استحکام اور جنگ کا شکار ہے۔ ایسے میں پاکستان کے لیے فوج کا نہ ہونا محض 'امن پسندی' نہیں بلکہ 'خودکشی' کے مترادف ہوگا۔ بے دفاع اقوام کی تاریخ گواہ ہے کہ جب بھی طاقت کا توازن بگڑتا ہے، تو فلسفیانہ بحثیں نہیں، بلکہ تلواریں فیصلہ کرتی ہیں۔ لہٰذا، افواجِ پاکستان کا وجود محض ایک عسکری ادارے کی حیثیت سے نہیں، بلکہ اس خطے میں 'دارالاسلام' کے تحفظ، نظریۂ پاکستان کی بقاء، اور کروڑوں مسلمانوں کی عزت وجان کے دفاع کے لیے ایک وجودیاتی ضرورت (Existential Necessity) ہے۔

جب ہم تاریخِ اسلام کے اوراق پلٹتے ہیں، تو 'مرابطین' (سرحدی محافظوں) کا ذکر سنہری حروف سے ملتا ہے۔ وہ

www.barjastatv.com
ISSN # : 3080-9746

مجاہدین جو رومیوں اور دیگر دشمنانِ اسلام کے خلاف سرحدوں پر پہرہ دیتے تھے۔ آج کے دور میں افواجِ پاکستان وہ ادارہ ہے جو اس عظیم روایت کا امین ہے۔ یہ ادارہ محض ہتھیاروں کا مجموعہ نہیں، بلکہ یہ اس قوم کا وہ دل ہے جو ہر لمحہ دھڑک کر اس بات کی ضمانت دیتا ہے کہ اس ملک کے اندر رہنے والا ایک عام شہری سکھ کا سانس لے سکے۔

خیبر کے سرد پہاڑوں سے لے کر کراچی کی گرم ساحلی پٹیوں تک، اور سیاچن کی برفانی چوٹیوں سے لے کر بلوچستان کے صحراؤں تک، افواجِ پاکستان کے جوان اس بات کا عملی مظہر ہیں کہ قرآن و حدیث میں بیان کردہ 'دفاعِ دین اور دفاعِ اہل' کا تصور محض کتابوں تک محدود نہیں رہا۔ جب یہ جوان اپنی جوانی کے ایام سرحدوں پر گزارتے ہیں، جب وہ اپنے گھروں کی گرم جوشیوں کو ترک کر کے پتھریلی چوٹیوں پر دشمن کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر سوتے ہیں، تو وہ دراصل اس نبوی بشارت کا عملی نمونہ ہوتے ہیں کہ "جنت تلواروں کے سائے تلے ہے۔"

افواجِ پاکستان نے دہشت گردی کے خلاف جو جنگ لڑی، اس میں ہزاروں جوانوں نے شہادت پائی۔ یہ جنگ محض زمین کے ایک ٹکڑے کے لیے نہیں تھی، بلکہ یہ اس بات کا دفاع تھا کہ اس خطے میں کلمہ طیبہ کا بول بالا رہے، یہاں کے مدارس، مساجد، اور عوام کا امن برقرار رہے۔

مقامِ شہادت، دفاعِ وطن اور افواجِ پاکستان کا یہ مثلث (Triangle) دراصل اس بات کا غماز ہے کہ اسلام ایک ایسا مکمل ضابطہ حیات ہے جو روحانیت کو حقیقتِ زمین سے جدا نہیں کرتا۔ ایک طرف قرآن کی وہ آیات ہیں جو شہید کو زندہ و جاوید قرار دیتی ہیں، اور دوسری طرف حدیثِ نبوی ﷺ کے وہ اصول ہیں جو اپنے وطن اور اہل کے دفاع کو عینِ ایمان قرار دیتے ہیں۔ ان الہیاتی حقائق کو جب ہم پاکستان کے مشکل ترین جغرافیائی حقائق پر منطبق کرتے ہیں، تو افواجِ پاکستان کی عظمت اور اس کی ضرورت خود بخود عیاں ہو جاتی ہے۔

یہ ادارہ اس قوم کا وہ قلعہ ہے جس کے اندر ہماری تہذیب، ہمارا ایمان اور ہماری آنے والی نسلیں محفوظ ہیں۔ ان کے لہو سے سینچے گئے اس ملک کی ہر فضا، ہر پہاڑ اور ہر دریا آج بھی اس قوم کو یاد دلاتا ہے کہ آزادی اور امن کی قیمت کیا ہوتی ہے۔ افواجِ پاکستان کے ان شہداء اور غازیوں کو جو آج بھی سرحدوں پر اپنی جانوں کو ہتھیلی پر رکھ کر پہرہ دے رہے ہیں، اس بات کا یقین دلانا چاہیے کہ ان کا یہ ایثار محض ایک عسکری ڈیوٹی نہیں، بلکہ وہ کائناتی سودا ہے جس کی تجارت انہیں اللہ کے دربار میں وہ مقام دلائے گی جہاں نہ کوئی فنا ہے، نہ کوئی زوال، بلکہ صرف اور صرف حیاتِ جاوداں ہے۔

ISSN # : 3080-9746

ہاتھیوں کا گاؤں

محمد ذوالقرنین حیدر

آپ نے اکثر چڑیا گھر میں ہاتھی کو دیکھا ہوگا۔ کچھ بچوں نے اِس پر سواری بھی کی ہوگی۔ یوں تو چڑیا گھر میں ہر جانور کی رونق ہے، شیر نہ ہوتو جنگل کا بادشاہ کسے کہیں گے۔ اِسی طرح ریچھ اور بندر کا الگ مقام ہے، بچے بندر کی شرارتوں سے بہت محفوظ ہوتے ہیں۔

آپ نے اکثر چڑیا گھر میں ہاتھی کو دیکھا ہوگا۔ کچھ بچوں نے اِس پر سواری بھی کی ہوگی۔ یوں تو چڑیا گھر میں ہر جانور کی رونق ہے، شیر نہ ہوتو جنگل کا بادشاہ کسے کہیں گے۔ اِسی طرح ریچھ اور بندر کا الگ مقام ہے، بچے بندر کی شرارتوں سے بہت محفوظ ہوتے ہیں۔ سب سے پیارا اور معصوم جانور ہرن ہے۔ جب شرارت کرتے آپس میں لڑتے یا قلانچیں بھر کر بھاگتے ہیں تو بہت سے دلوں کو بھاتے ہیں۔

دریائی گھوڑا ہر وقت پانی میں گُھسا رہتا ہے اُس کا پانی اکثر گندہ اور بد بو والا ہوتا ہے، کوئی بھی جنگل اور چڑیا گھر ہاتھی کے بغیر ادھوار ہے۔ یہ انسان کا صدیوں کا ساتھی ہے۔ وہ اِنہیں جنگوں میں استعمال کرتا آرہا ہے، وزن اُٹھانے اور اُسکے دانتوں سے مختلف اواز بنانے کا کام لیتا آیا ہے۔

''ہاتھی میرا ساتھی''، ''زندہ ہاتھی لاکھ کا، مردہ سوا لاکھ کا'' جیسی مثالیں بھی اِس سے وابستہ ہیں۔

پہلے زمانوں میں میلوں کے حساب سے گھنے جنگلات ہوا کرتے تھے، درختوں جھاڑیوں کی بہتات ہوتی تھی، جانور اِن میں خوش وخرم رہتے تھے۔ اب ٹی وی میں جنگلات دکھائے جاتے ہیں کہیں کہیں درخت نظر آتا ہے اور کچھ جھاڑیاں اب تو لگڑ بگڑ بھی دور سے نظر آجاتا ہے۔ جنگلات کی کٹائی سے اِن جانوروں کو بھی خطرات لاحق ہیں۔ صورتحال ایسی ہی رہی تو چند سال بعد صرف چڑیا گھروں میں ہی اور مزید کچھ دہائیوں کے بعد صرف کتابوں میں ہی بعض نایاب جانوروں کی تصویریں ہی دیکھنے کو ملیں گی جیسے آج ڈینوسار کی تصویریں ہیں۔

ہاتھی تھائی لینڈ کا قومی جانور ہے، وہاں ایک گاؤں کا نام ''باٹنا کلانگ'' ہے، اِس گاؤں میں صرف 400 افراد رہائش پذیر ہیں مگر اس گاؤں میں تقریباً 190 ہاتھی ہیں، جسکی وجہ سے یہ سیاحوں کیلئے بہت پُرکشش ہے اور سیاحتی مرکز بن گیا ہے۔ ہاتھیوں کے مختلف کرتب دیکھنے کیلئے بانتا کلانگ آنے والے سیاحوں سے معقول آمدنی ہوجاتی ہے۔ ہاتھیوں کی کمائی سے مقامی لوگوں نے گیسٹ ہومز تک بنا لئے ہیں۔

ہاتھیوں کو موٹا تازہ صحت مند رکھنے کیلئے اُنہیں تازہ سبزیاں پھل اور چارہ کھلا جاتا ہے۔ سیاح ہاتھیوں پر سیر کرتے ہیں جسکی وجہ سے اُن کی اوسط آمدنی 25 ڈالر یومیہ ہے جو معقول آمدنی ہے اُن کی دیکھا دیکھی سائیکل سواروں نے بھی سیاحوں کی سیر کیلئے سائیکل رکھ لئے ہیں۔ دنیا بھر سے سیاح یہاں آتے ہیں، اکثر سیاح فیملیز کو لیکر آتے ہیں۔ ہاتھیوں کی سواری سے بچے زیادہ محفوظ ہوتے ہیں، یہاں ہانگ کانگ سے آنے والے ایک سیاح کا کہنا ہے کہ وہ اپنے اہل خانہ کو ہاتھیوں کے دیگر پارکس میں بھی سیر کرا چکا ہے، میرے خیال میں سیر وتفریح کیلئے یہ گاؤں اپنی مثال آپ ہے۔

سیر وتفریح کیلئے زیادہ تر جرمن برطانوی اور روسی باشندے ہوتے ہیں، تھائی لینڈ میں پہلے ہزاروں ہاتھی گھومتے دکھائی دیتے تھے مگر جنگلوں کی کٹائی اور غیر قانونی شکار نے اُنہیں سینکڑوں کی تعداد تک محدود کر دیا ہے۔ مزے کی بات یہ کہ اکثر مداری کتے ریچھ بکرے بندر کے ساتھ مختلف کرتب دکھا کر مانگتے ہیں، جبکہ تھائی لینڈ میں مداری اور کرتب دکھانے والے ہاتھیوں کے کرتب دکھا کر مانگتے تھے۔

جس سے تھائی لینڈ کی بد نامی ہوتے تھی۔ حکومت نے ایسے افراد پر پابندی لگادی ہے۔ اب وہی مداری اور ہاتھیوں کو سدھانے والوں نے بانتا کلانگ کا رخ کرلیا ہے۔ یہاں رہائش رکھ کر وہی کام کررہے ہیں یہاں کوئی روک ٹوک نہیں۔

تھائی لینڈ کی مختلف تنظیمیں ایسی کوشش میں ہیں کہ وہ چند ایسے گاؤں سیاحوں کیلئے مخصوص کرلے تاکہ سیاحوں کی آمد ورفت سے اُنہیں معقول آمدنی ہوسکے۔ تھائی لینڈ کے شہر سورن میں ہر سال نومبر ایک بڑا میلہ لگتا ہے جہاں مختلف شہروں سے ہاتھی شرکت کرتے ہیں اور دنیا بھر کے سیاح سیر وتفریح کیلئے آتے ہیں۔

ISSN # : 3080-9746

پاکستانی کرکٹ کے حقیقی سپر سٹارز کرکٹ بورڈ جن کا دشمن بن گیا

حنیف محمد، جاوید میانداد، وقار یونس، سعید انور، سعید احمد، وسیم اکرم اور بابر اعظم کا افسوس ناک انجام

آئر مارشل (ر) نور خان نے تسلیم عارف کا کیرئیر کیوں ختم کر دیا؟

تحریر: محمد عمر، کویت

کرکٹ، پاکستانی عوام کا پسندیدہ ترین کھیل ہے، دنیا بھر میں پاکستان کا پرچم بلند کرنے والے اکثر کھلاڑیوں کا انجام بہت ہی افسوسناک ہوا، ان دنوں کرکٹ بورڈ جو سلوک بابر اعظم کے ساتھ کر رہا ہے یہی سلوک ماضی کے عظیم کرکٹرز کے ساتھ بھی ہوتا رہا ہے جن کا مختصر تذکرہ نذر قارئین ہے؛

گریٹ حنیف محمد: 1952 میں پاکستانی کرکٹ ٹیم کو ٹیسٹ کھیلنے کا درجہ ملا، تو پاکستانی ٹیم نے انڈیا کا دورہ کیا، اس زمانہ میں صرف ٹیسٹ کرکٹ ہوتی تھی ون ڈے یا ٹی ٹونٹی کا کوئی وجود نہ تھا، اس ٹیم میں 18 سالہ حنیف محمد بھی شامل تھے جنہیں ان کے چھوٹے قد کی مناسبت سے لٹل ماسٹر کا خطاب دیا گیا، اگلے سترہ سال۔تک وہ پاکستانی کرکٹ ٹیم کے سب سے بہترین بیٹر رہے، انہوں نے کئی یادگار اننگز کھیلیں، جن میں ویسٹ انڈیز میں بنائی جانے والی ٹرپل سنچری 337 رنز کی اننگز آج بھی کئی ریکارڈز کی حامل ہے، انہوں نے سب سے طویل وقت تک وکٹ پر قیام کا ریکارڈ قائم کیا جو آج 67 سال بعد بھی برقرار رہے، انہوں نے فرسٹ کلاس کی سب سے بڑی اننگز 499 رنز کا ریکارڈ قائم کیا جسے 1997 میں برائن لارا نے 501 رنز بنا کر توڑا، وہ پاکستان کے پہلے کھلاڑی تھے جنہوں نے 1963 میں ڈھاکہ ٹیسٹ میں انگلینڈ کے خلاف ٹیسٹ کی دونوں اننگز میں سنچریاں بنائیں، اس عظیم کھلاڑی کا انجام بھی بڑا افسوس ناک ہوا 1969 میں نیوزی لینڈ کے خلاف کراچی ٹیسٹ کے آخری

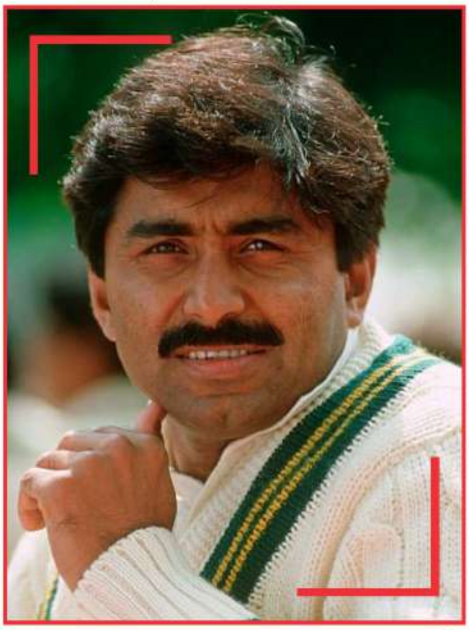

روز کرکٹ بورڈ کے سربراہ عبدالحفیظ کاردار، نے صحافیوں سے کہا کہ حنیف سے ملو، جب صحافی ان کے پاس گئے تو کاردار بھی وہاں موجود تھے، انہوں نے حنیف محمد کو تحکمانہ انداز میں کہا،، انہیں بولو، کہ تم ریٹائرڈ ہو رہے ہو،، اس طرح ایک عظیم کرکٹر کا کیرئیر ختم ہو گیا، اس وقت ان کی عمر 35 سال تھی۔

مشتاق محمد: ہاکستانی کرکٹ ٹیم کے سابق کپتان مشتاق محمد، کو جب پاکستانی ٹیم کی قیادت سونپی گئی تو ان کے پیشرو کپتان انتخاب عالم کی قیادت میں پاکستانی ٹیم 13 ٹیسٹ ہار چکی تھی جبکہ صرف ایک میچ میں فتح حاصل ہوئی، حالانکہ پاکستانی تاریخ کی سب سے مضبوط ٹیم انتخاب عالم کو ملی تھی جس میں اس دور کے تمام سپر سٹارز ظہیر عباس، ماجد خان، مشتاق محمد، آصف اقبال، عمران خان، سرفراز نواز، وسیم

باری، وسیم راجہ، آصف مسعود جیسے کھلاڑی شامل تھے مشتاق محمد کی قیادت میں ہاکستانی ٹیم نے پہلی مرتبہ آسٹریلیا کو آسٹریلیا میں ہرا کر سیریز برابر کی، ویسٹ انڈیز کو ویسٹ انڈیز میں شکست دی، انڈیا کے خلاف پہلی مرتبہ ہوم سیریز جیتی، ان کی قیادت میں پاکستان نے 8 ٹیسٹ جیتے اور 4 ہارے، لیکن ان کا انجام بھی،،،،

1979 میں جب پاکستانی ٹیم جوابی دورہ کیلئے انڈیا جا رہی تھی تو لکی کپتان مشتاق محمد کو ہمیشہ کیلئے ٹیم سے باہر کر دیا گیا جب پاکستانی ٹیم انڈیا پہنچی تو سابق انڈین کپتان بشن سنگھ بیدی نے کہا، تم لکی کپتان تو پاکستان ہی چھوڑ آئے ہو، اسکے بعد پاکستانی ٹیم انڈیا میں سیریز ہار گئی اور کپتان آصف اقبال کو بھی کرکٹ چھوڑنا پڑ گئی، اس سیریز کے باعث

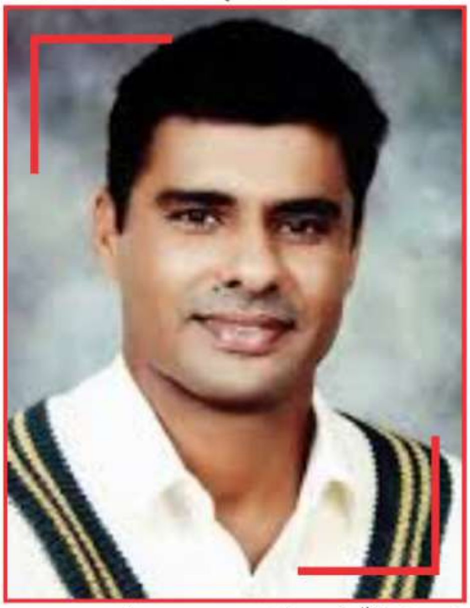

پاکستان کیدو عظیم کھلاڑی کرکٹ سے ہی باہر ہو گئے۔

جاوید میانداد: پاکستانی کرکٹ شائقین کو آج بھی افسوس ہے کہ جاوید میانداد جیسے عظیم کھلاڑی کو بھی رسوا کر کے ٹیم سے نکالا گیا، افسوس اس بات کا ہے کہ جاوید میانداد کو نکالنے کیلئے جس کھلاڑی، یعنی وسیم اکرم کو استعمال کیا گیا، ان کو ٹیم میں لانے والے ہی جاوید میانداد تھے، نئی نسل واقف نہیں ہو گی کہ 1985 میں نیوزی لینڈ کی ٹیم نے پاکستان کا دورہ کیا تھا، ان دنوں پاکستان کے سابق تیز باولر خان محمد نے لاہور میں ایک کیمپ لگایا ہوا تھا، جاوید میانداد نے ایک روز اس کیمپ کا دورہ کیا جہاں ان کی نظر ایک دبلے پتلے اٹھارہ سالہ بائیں ہاتھ کے باولر وسیم اکرم پر پڑی تو انہوں نے خود بلا پکڑ لیا اور اس کو بولنگ کرانے کیلئے کہا، جاوید میانداد نے اسی روز سلیکٹرز سے بات کر کے نوجوان وسیم اکرم کو نیوزی لینڈ کے خلاف راولپنڈی کے سہ روزہ میچ کیلئے منتخب کرا لیا، وہ وسیم اکرم کا پہلا فرسٹ کلاس میچ بھی تھا جس میں انہوں نے پہلی اننگز میں سات وکٹ حاصل کر کے توجہ حاصل کر لی جس کے

ISSN #: 3080-9746

بالی ووڈ اور لالی ووڈ میں رشتوں کی ایک انوکھی کہانی

فلموں کی چربہ سازی اور فنکاروں کی نقالی کے ناقابل تردید شواہد

تحریر: محمد عمر، کویت

پاکستان کے شہر لاہور مین فلمیں 1947 سے پہلے ہی بن رہی تھیں۔قیام پاکستان کے بعد فلمی سفر لاہور سے ہی شروع ہوا تو پہلی فلم تیری یاد کے ہیرو ناصر خان دلیپ کمار کے بھائی بمبئ سے آئے تھے۔ بعدازاں کئی دھائیاں گذر جانے کے بعد بھی دونون جانب سے ایک دوسرے کی فلمون کی نقالی یعنی چربہ سازی کا عمل جاری رہا ، پچھلی دو دہائیوں سے پاکستانی فلمیں تقریبا بننا بند ہو گیی ہین اس لیے اب ان کا انڈین فلمون سے کوئی موازنہ نہیں رہا۔آج ہم انڈیا اور پاکستان کے ان فنکاروں کا تذکرہ کرین گے جو دوسرے ملک کے فنکارون کی نقالی کرتے رہے ہیں۔

1- دلیپ کمار بلاشبہ ایشیا کے سب سے اچھے فنکار رہے ہیں۔اُنہوں نے 50 سال تک فلمی دُنیا پر راج کیا،انڈیا میں بھی ہیروز دلیپ کمار کی نقل کرتے تھے تو پاکستانی ہیروز کیسے پیچھے رہتے، پاکستانی اداکار ندیم نے ابتدا مین دلیپ کمار کا ہی انداز اپنایا، ان کی پہلی فلم چکوری 1967 مین ریلیز ہوئی تو ہر طرف دھوم مچ گیی کہ اس کا ہیرو دلیپ کمار جیسا ہے،اس کے بعد فلمسازوں نے دلیپ کمار کی کامیاب فلموں کا چربہ بنایا تو دلیپ والا کردار ندیم کو ہی دیا جاتا ,انڈیا کی مشہور فلم گوپی کو ہدایتکار نذر الاسلام نے نادان کے نام سے بنایا تو ہیرو ندیم ہی کو لیا گیا , تاہم کئی سال بعد جب ندیم پاکستانی فلموں کے سپر ہیرو بن گیے تو انہون نے اپنا انداز اپنا لیا اور دلیپ کمار کی نقالی ترک کر دی،اس دوران کراچی کے ایک فنکار حنیف کو متعارف کرایا جن کی شکل دلیپ کمار سے ملتی تھی, انہون نے مہ خانہ, ازادی یا موت جیسی فلموں مین ہیرو کے رول کیے لیکن جلد ہی غائب ہو گیے۔

امیتابھ بچن: دلیپ کمار کے بعد امیتابھ بچن نے ہی دیکھنے والوں کے دلوں میں جگہ بنائی ہے , 1986 میں ایک پاکستانی فنکار اظہار قاضی نے امیتابھ سے مشابہت کی بنا پر فلموں میں جگہ بنائی پہلی فلم روبی میں ان کو اس طرح ایکسپوز کیا گیا کہ لگتا تھا کہ امیتابھ ہی کام کر رہے ہیں انہون نے امیتابھ سے مشابہت اور اداکاری میں نقالی کی وجہ سے کچھ سال فلموں میں نکال لیے لیکن پھر واپس کراچی چلے گیے اور ایک دن یہ خبر افسوس کے ساتھ سنی گئی کہ پاکستانی امیتابھ بچن دل کے دورہ سے 55 سال کی عمر میں انتقال کر گیے ہیں۔

دلیپ کمار کے دور میں راج کپور بھی ایک سٹار تھے ان کا اپنا انداز تھا، پاکستانی اداکار سید کمال نے راج کپور سے مشابہت کا فایدہ اتھایا اور ان کا انداز اپنا کر کئی سال نکال گیے انہوں نے راج کپور کی مشہور زمانہ فلم میرا نام جوکر کی نقل جوکر کے نام سے بنائی , اتفاق سے میرا نام جوکر تو ناکام ہو گئی لیکن جوکر کامیاب ہو گئی۔

ہیروز کی نقل تو فنکار کرتے رہے ہیں ولن کی نقل کی ایک مثال اس وقت سامنے آئی جب پاکستانی ولن ہمایوں قریشی نے انڈین ولن شکتی کپور کی نقالی شروع کر دی اور دلیل یہ دی کہ میں نہیں وہ میری نقل کرتا ہے ,اداکار فردوس جمال نے انڈین ہیرو جتندر سے معمولی مشابہت کو کیش کرانے کی کوشش کی اور کچھ فلموں میں جتندر کے انداز مین اداکاری کی لیکن ان کی فنکاری زیادہ دیر نہ چل سکی اور وہ چھوٹی سکرین پر لوت گیے۔

نقالی کے جرم مین پاکستانی فنکار ہی شامل نہیں انڈیا نے پاکستانی فلم نوکر ووہتی دا کا چربہ بیوی کا علام بنائی تو دھرمیندر نے منور طریف کا انداز اختیار کیا پاکستانی فلم مولا جت کی کاپی بنائی گئی تو رضا مراد نے سلطان راہی بننے کی کوشش کی۔پاکستانی فلم امراؤ جان ادا کی کہانی پر انڈیا میں فلم امراؤ جان بنائی گئی تو پاکستانی ہیرو شاہد سے مشابہت رکھنے والے ہیرو فاروق شیخ کو کاسٹ کیا گیا جنہون نے شاہد کے انداز میں ہی اداکاری کی۔انڈیا نے نقالی کی روش ابھی تک اپنا رکھی یے جب کہ پاکستان کی فلم انڈسٹری ختم ہو چکی ہے۔انڈین گانوں میں آج بھی پاکستان کے گانوں کے پورے پورے بول سر کی تبدیلی کے ساتھ سننے کو ملتے ہیں۔

پاکستانی فلمی صنعت کی تباہی سے انڈیا کو یک طرفہ کلچر پروموٹ کرنے کا موقع مل گیا ہے اور انڈیا اپنی فلموں سے فارن ایکسچینج کے علاوہ اپنا مذہبی کلچر بھی دنیا میں خوب متعارف کروا رہا ہے جو کہ پاکستان کی حکومت اور فلمی صنعت کے لئے ایک لمحہ فکریہ ہے۔

ISSN # : 3080-9746

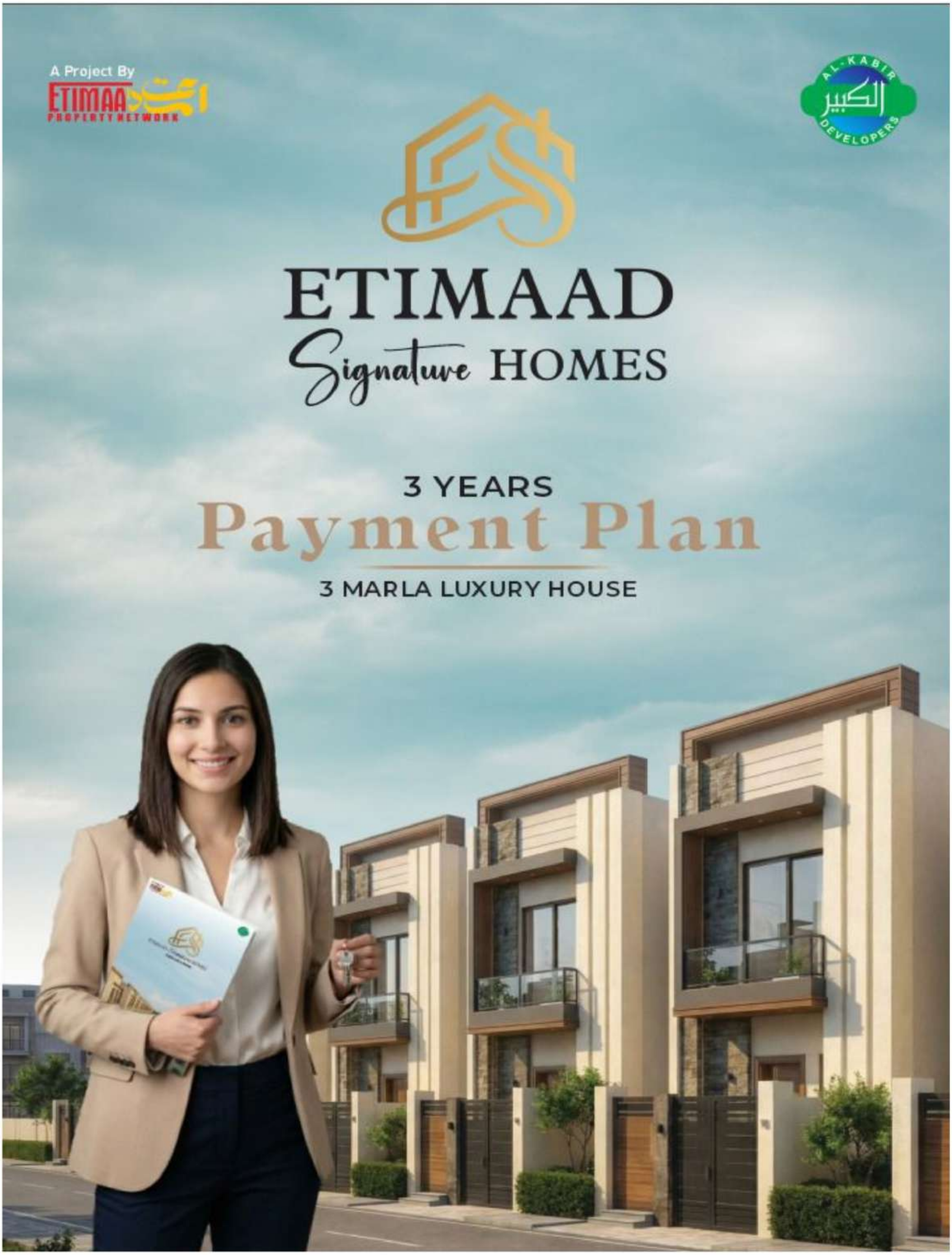

ISSN # : 3080-9746